

كشكول

خواجه شمس الدین عظیمی



کشلول

خواجه شمس الدین عظیمی

آواز سر و ش

کائنات کیا ہے؟۔۔۔ ایک نقطہ ہے۔۔۔ نقطہ ایک نور ہے اور نور روشنی ہے۔

ہر لفظ تجلی کا عکس ہے۔ یہ عکس جب نور اور روشنی میں منتقل ہوتا ہے تو جسم مثالی بن جاتا ہے۔ جسم مثالی (Aura) کا مظاہرہ گوشت پوست کا جسم ہے۔

ہڈیوں کے پنجرے پر قائم عمارت گوشت اور پٹھوں پر کھڑی ہے۔ کھال اس عمارت کے اوپر پلا سٹر اور رنگ و روغن ہے۔ وریدوں، شریانوں، اعصاب، ہڈیوں، گوشت اور پوست سے مرکب آدم زاد کی زندگی حواس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

حواس کی تعداد پانچ بتائی جاتی ہے جب کہ ایک انسان کے اندر ساڑھے گیارہ ہزار حواس کام کرتے ہیں۔

آدم زاد کے دو روپ ہیں۔ ایک ظاہر روپ دوسرا باطن روپ۔ باطن رخ میں روپ کا عمل دخل ہے روح کائنات کے ہر ذرے میں مستقل گردش کرتی رہتی ہے کائنات میں جتنی تخلیقات ہیں اور کائنات میں جتنے عناصر ہیں جتنے ذرات ہیں ہر ایک ذرہ (Cell) روح کی تحریکات پر زندہ ہے۔

روح جب تک اپنا رشتہ جوڑے رہتی ہے زندگی مسلسل حرکت ہے اور جب روح جسم سے رشتہ توڑ لیتی ہے تو حرکت معدوم ہو جاتی ہے۔

روح کے لاکھوں، کروڑوں روپ ہیں اور ہر روپ بہروپ ہے۔ آدم زاد ایک طرف روح ہے تو دوسری طرف روح کا بہروپ ہے۔ روپ بہروپ کی یہ کہانی ازل میں شروع ہوئی اور ابد تک قائم رہے گی۔ یہ کہانی دراصل ایک ڈرامہ ہے۔ مختلف روپ (افراد) آتے ہیں اور اسٹیج پر اپنے کردار (بہروپ) کا مظاہرہ کر کے چلے جاتے ہیں۔

روپ بہروپ کا یہ مظاہرہ ہی ماضی، حال اور مستقبل ہے۔ میں چونسٹھ سال کا آدمی دراصل بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا بہروپ ہوں۔

کہیں کی اینٹ ، کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنہہ جوڑا

میں نے چونسٹھ سال میں تینس ہزار تین سو ساٹھ سورج دیکھے ہیں۔ ہر نیا سورج میرے بہروپ کا شاہد ہے تینس ہزار سے زیادہ سورج میری زندگی میں ماضی، حال اور مستقبل کی تعمیر کرتے رہے۔۔۔ میں اب تھک گیا ہوں۔۔۔ لیکن میرے ساتھ چپکے ہوئے ماضی، حال اور مستقبل میرے روپ کے مزید بہروپ مزید بنانے پر مستعد نظر آتے ہیں۔

روپ بہروپ کی یہ داستان المناک بھی ہے اور مسرت آگیاں بھی۔ میں اس المناک اور مسرت آگیاں کرداروں کو گھاٹ گھاٹ پانی پی کر کاسہ گدائی میں جمع کرتا رہا اور اب جب کہ کاسہ گدائی لبریز ہو گیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں روپ بہروپ کی یہ کہانی پیش کر رہا ہوں۔

خواجہ شمس الدین عظیمی
یکم دسمبر ۱۹۹۰ء

فہرست

2	آواز سروس
17	توانائی
18	ایٹم
19	مشرق و مغرب
20	خلائی تار
21	انجام
22	بجی مٹی
23	اوصاف
24	وجدان
25	منزل
26	کائناتی مشین
27	کیش چیک
28	فرشتے
29	علم کتاب
30	روحانی آدمی
31	سکون
32	خوف اور غم
33	پہچان
34	بندہ
35	آنسو
36	اللہ کے دوست

- 37 ازدواجی زندگی
- 38 انا کی لہریں
- 39 خواب
- 40 ڈاکی
- 41 روح کا نام
- 42 صورتیں
- 43 خیر و شر
- 44 سرکل
- 45 یقین
- 46 ہوائی کرہ
- 47 درائے لاشعور
- 48 ورثہ
- 49 نور
- 50 نباتات و جمادات
- 51 نسیم سحر
- 52 نور و نار
- 53 نماز
- 54 محاسبہ
- 55 مادی جسم
- 56 مستقبل
- 57 متقی
- 58 کتاب البین
- 59 قلندر شعور

- 60 قیچی
- 61 قدرت کے راز
- 62 فریبِ نظر
- 63 فن
- 64 پردہ
- 65 تاثرات
- 66 آگ کاستون
- 67 غلامی
- 68 خاندان
- 69 خلوص
- 70 ترقی یافتہ دور
- 71 سعید اور شقی
- 72 ہرجائی
- 73 ہلاکت
- 74 مسخ چہرے
- 75 مایا جال
- 76 ماں باپ
- 77 کبر و نخوت
- 78 کاشت
- 79 قانون
- 80 قیام
- 81 غفلت
- 82 مٹی کے ذرات

- 83 علم طبعی
- 84 قدیل
- 85 بے ثباتی
- 86 آزاد طرز فکر
- 87 ٹوٹ پھوٹ
- 88 لہو لہو
- 89 ایک لاکھ چوبیس ہزار
- 90 ضمانت
- 91 ایک ذات
- 92 پہلا اسکول
- 93 امانت
- 94 دوستی
- 95 پھول
- 96 پرندے
- 97 حقوق
- 98 ہمارا ورثہ
- 99 تلاش
- 100 محبت
- 101 جنت دوزخ
- 102 وجود
- 103 دوئی
- 104 ناجائز نا اٹھے
- 105 ڈولفن

106	ندامت
107	شعلے
108	مناظرت
109	زینت
110	مقدّر
111	وسائل
112	گمراہی
113	آسمانی کتابیں
114	لطیف
115	نومہال
116	کائناتی حقیقت
117	نصیحت
118	عظمت
119	مساوات
120	ہدایت
121	محروم
122	علم و آگہی
123	مہر
124	سعادت
125	لیل و نہار
126	کورچم
127	لحد
128	رشتہ

- 129 سمٹن
- 130 روٹین
- 131 کارنامے
- 132 حاکم و محکوم
- 133 فرماں برداری
- 134 خوشی
- 135 عذاب
- 136 پہرے
- 137 عبرت
- 138 نصیحت
- 139 عفریت
- 140 اطلاع
- 141 عناصر
- 142 ابلیس
- 143 جانور
- 144 جہالت
- 145 خیالی گھوڑا
- 146 دعا
- 147 باطنی آنکھ
- 148 چھ رنگ
- 149 دستِ نگر
- 150 اللہ کا فضل
- 151 دل

- 152 بے بضاعتی
- 153 بھان متی
- 154 چل چلاؤ
- 155 آسمان وزمین
- 156 آزمائش
- 157 ایک دن
- 158 ابد صحن
- 159 انگارے
- 160 اظہار مذمت
- 161 ترقی یافتہ ذہن
- 162 توکل
- 163 ایثار
- 164 تقرب
- 165 تقاضے
- 166 آزادی
- 167 اشرف حواس
- 168 ابدی سکون
- 169 انسان
- 170 پہاڑ
- 171 پرواز
- 172 ڈرامہ
- 173 خوف
- 174 بارش

- 175 دور دراز
- 176 اذان
- 177 بوڑھا
- 178 حقیقت آگاہی
- 179 سچی خوشی
- 180 رسوائی
- 181 ناسور
- 182 شعور لا شعور
- 183 ممکن
- 184 ثاریات
- 185 رابعہ بصری •
- 186 ذہنی یکسوئی
- 187 کمپیوٹر
- 188 زنجیر
- 189 محکوم
- 190 کفران
- 191 مرشد
- 192 ویرانہ
- 193 طرز تفہیم
- 194 سانس
- 195 ہمارا دوست
- 196 سود
- 197 محبوب

- 198 صراط مستقیم
- 199 مہربانی
- 200 نشیب و فراز
- 201 سلامتی
- 202 سریلی آواز
- 203 سمندر
- 204 بری بات
- 205 محدود
- 206 ضابطہ حیات
- 207 ورائے بے رنگ
- 208 شہد کا پیالہ
- 209 شوہر
- 210 روشن لفظ
- 211 گرم لہریں
- 212 نجوم
- 213 قلب
- 214 ناٹم اینڈ اسپیس
- 215 فلم
- 216 قرآن
- 217 کنند
- 218 ماحول
- 219 کاروبار
- 220 موت کی آنکھ

- 221 قائم دوام
- 222 مشاہدہ
- 223 کسان
- 224 لفظ
- 225 کم وسعت
- 226 مذہب
- 227 شان وشوکت
- 228 شاگرد
- 229 زندگی
- 230 شراب
- 231 خلا
- 232 خسارہ
- 233 فکر
- 234 تحقیق
- 235 حیوان اور غیر ناطق
- 236 بہاؤ
- 237 خوشی
- 238 دافعہ بلیات
- 239 بچ اور جھوٹ
- 240 ذاتی وصف
- 241 صناعی
- 242 حاکم اعلیٰ
- 243 عالین

- 244 جھاڑو
- 245 آفات
- 246 کفالت
- 247 احساس کتری
- 248 گونگے بہرے
- 249 نسلی تشخص
- 250 نمونہ
- 251 برتری
- 252 مراقبہ
- 253 انسائیکلو پیڈیا
- 254 لوح محفوظ
- 255 اسکرین
- 256 رضائے الہی
- 257 تحت
- 258 فنا
- 259 تعصب
- 260 فتنہ
- 261 آزادی
- 262 کشش
- 263 ملائکہ
- 264 آغاز
- 265 تفاسیر
- 266 مقدار

- 267 نفرت
- 268 ناشاد
- 269 اسراف
- 270 لاش
- 271 کھنڈرات
- 272 الی مشن
- 273 تنخص
- 274 عطریز
- 275 قدرت کے ہاتھ
- 276 استغنا
- 277 برائی
- 278 فارمولا
- 279 خدمت خلق
- 280 معانی
- 281 فلسفہ
- 282 انعام یافتہ
- 283 خود شناسی
- 284 فاضل عقل
- 285 ایک قطرہ
- 286 من مندر
- 287 نیلا پتہ
- 288 طلسم
- 289 شیر اور بکری

290 دعوت دین
291 صحائف
292 دو لکیریں
293 گردش
294 اللہ کا ذہن
295 فیضان
296 توقعات
297 کھربوں دنیاگیں
298 طاقت
299 امتحان

توانائی

آسمانی کتابوں کے مطابق سکون حاصل کرنے کا موثر طریقہ یہ ہے کہ انسان غصہ نہ کرے اور کسی بات پر پیچ و تاب نہ کھائے۔ عملی جدوجہد میں کوتاہی نہ کرے۔ اور نتیجے کے اوپر نظر نہ رکھے۔ زمین پر بسنے والی قومیں زندگی کے جن اصولوں پر کاربند ہیں ان کا مطالعہ کرے۔ قانون فطرت میں کہیں جھول نہیں ہے۔ ہر چیز وقت کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ وقت جس طرح سے چابی بھر دیتا ہے شے حرکت کرنے لگتی ہے۔ وقت اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے تو کھلونے میں چابی ختم ہو جاتی ہے۔ کل پرزے سب ہو تے ہیں لیکن ازجی باقی نہیں رہتی۔ وقت قوت کا مظاہرہ ہے۔ قوت ایک توانائی ہے، ایک مرکز ہے اور اسی مرکز کو آسمانی کتابیں قدرت کے نام سے متعارف کراتی ہیں۔ قدرت ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے جس نقطے کے ساتھ پوری کائنات کے افراد بندھے ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم دونوں اس میں گم ہیں۔ انسان جب کائنات کے مرکزی نقطے سے اپنا جوڑ تلاش کر لیتا ہے اور خالق کائنات کو جان لیتا ہے تو دنیا سے اس کی ساری توقعات ختم ہو جاتی ہیں اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو مسرتیں اس کے گرد طواف کرتی ہیں اور موت کی آنکھیں اسے مامتا سے دیکھتی ہے۔ اس کے قریب آنے سے پہلے دستک دیتی ہے اور اجازت کی طلبگار ہوتی ہے۔

ایٹم

کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا بار بار یا صحیح اندازوں کے مطابق ۱۶ مرتبہ تباہ ہو کر دوبارہ آباد ہوئی ہے۔ خوبصورت رنگین باغ و بہار سے مزین، پُرکشش برفانی کساروں، موتی کی طرح چمکتے دھلتے آبشاروں، آفتاب کی شعاعوں اور چاند کی کرنوں کا مسکن یہ دنیا اب پھر چالیس ہزار ایٹم بموں کی زد میں موت کے دہانے پر کھڑی ہانپ رہی ہے، یہ کیسی ترقی ہے کہ ہم نے آتش فشاں کو اپنا مسکن بنالیا ہے بالآخر ترقی کا یہ فسوں ایک دن ٹوٹ جائے گا۔ اس سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے کہ وہ قومیں جو فضا اور بقا کے فارمولوں سے نا آشنا ہو گئی تھیں زمین پر سے اٹھالی گئیں اور آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔ ذرا سوچئے تو صحیح تباہی ہمارے تعاقب میں ہے اور ہم اسے ترقی کا نام دے کر خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ ایک روز فسوں ساز لوگوں کو یہ باور کرنا ہو گا کہ ایٹمی ہتھیار نوع انسانی کے لیے ترقی نہیں بلکہ انسانی نسل کے لئے دہکتی بھٹی ہے۔ یہ اربوں کھربوں ڈالر نوع انسانی کی بقا اور خوشحالی کے کام آتے مگر انسان دشمن سائنسدانوں نے ان ڈالروں کو بھٹی میں جھونک دیے ہیں۔ کوئی نجات دہندہ آئے گا اور آتش گیر فسوں کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دے گا تاکہ نوع انسانی سکون اور آشتی کا سانس لے سکے۔

مشرق و مغرب

شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث (TRIANGLE) ہوتی ہیں اور لاشعور میں کام کرنے والی لہریں دائرہ (CIRCLE) ہوتی ہیں۔ زمین کی حرکت دور رخ پر قائم ہے ایک رخ کا نام طولانی حرکت ہے اور دوسرے رخ کا نام محوری حرکت ہے یعنی زمین جب اپنے مدار پر حرکت کرتی ہے تو وہ طولانی گردش میں ترچھی ہو کر چلتی ہے اور محوری گردش میں لٹو کی طرح گھومتی ہے۔ طولانی گردش مثلث ہے اور محوری گردش دائرہ ہے۔ ہماری زمین پر تین مخلوق آباد ہیں۔ انسان، جنات، ملائکہ عنصری۔ انسان کی تخلیق میں بحیثیت گوشت پوست مثلث غالب ہے اس کے برعکس جنات میں دائرہ غالب رہتا ہے اور فرشتوں کی تخلیق میں جنات کے مقابلے میں دائرہ زیادہ غالب ہے، انسان کے بھی دور رخ ہیں۔ غالب مثلث اور مغلوب رخ دائرہ۔ جب کسی بندے پر مثلث کا غلبہ کم ہو جاتا ہے اور دائرہ غالب آ جاتا ہے تو وہ جنات فرشتوں اور دوسرے سیاروں میں آباد مخلوق سے متعارف ہو جاتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ متعارف ہو جاتا ہے بلکہ ان سے گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ طولانی گردش مشرق اور مغرب کی سمت میں حرکت کرتی ہے اور محوری گردش شمال سے جنوب کی طرف رواں دواں ہے۔

خلائی تار

چند خلا باز خلا میں جا چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سو میل سے زیادہ بلندی پر بالکل بے وزنی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اب صحیح صورت حال سمجھنا چاہیں تو یہ نظر آئے گا یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ ساڑھے تین ارب انسان چلنے پھرنے والے چوپائے سب کے سب ٹانگوں کے بل زمین سے لٹکے ہوئے ہیں۔ ہر انسان یہ کہتا ہے کہ میں پیروں کے بل زمین پر چل رہا ہوں۔ غور کیجئے وہ کتنی غلط بات کہہ رہا ہے جب سے نوع انسانی آباد ہے وہ تمام لوگ جن پر حقیقت منکشف نہیں ہوئی ہے یہی کہتے ہیں، یہی سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب آدمی پیروں کے بل لٹک رہا ہے تو چل کیسے سکتا ہے۔ لٹکنے کی حالت بالکل جبری ہے۔ جبری حالت میں اس کا ارادہ بے معنی ہے اس لئے کہ اس کی کوئی اپنی حرکت ممکن نہیں۔ یہ بات تو قرین قیاس ہے کہ جن تاروں میں اس کے پیر بندھے ہوئے ہیں وہ تار حرکت کرتے ہوں اور ان کے ساتھ پیر بھی حرکت کرتے ہوں ان تاروں سے انسان کے ارادے کا کیا تعلق جب کہ انسان کو ان تاروں کا کوئی علم ہی نہیں۔ باوجود اتنی صریح غلطیوں کے وہ دعوے کرتا ہے کہ میرا سر بلندی کی طرف ہے اور میرے پیر پستی کی طرف اور میں چلتا پھرتا ہوں واقعہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایک بنوا بنا لیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بنوا حقیقت ہے۔

انجام

یہ زمانہ جس میں ہم اور آپ یکساں طور پر کش مکش اور ابتلا کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور جہاں ہر طرف مادیت کے یلغار ہے۔ بتدریج اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مادیت کی تیز روشنی میں بصارت کی خیرگی اور دل سوز جلن ہے مگر رُوح کی لطافت اور بصیرت کی نئی نہیں ہے جس طرح مادیت کو قرار اور دوام نہیں ہے اسی طرح مادیت کی بنیاد پر جو عمارت تعمیر ہوگی وہ دیر یا سویر ضرور زمیں بوس ہو جائے گی۔ یہ نظام قدرت ہے اور کوئی اس کا توڑ نہیں۔

مسلمان کے اوپر فرض ہے کہ وہ دنیاوی فنون و کمالات حاصل کر کے خود کو بلند ترین مقامات پر فائز کرنے کے لئے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی فراموش نہ کی جائے کہ یہ معاشی اور مادی ترقی اور خوشحالی ہی زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ بصارت چشم سے زیادہ بصیرت قلب پر فکری اور عملی توجہ پر مرکوز رہنی چاہئے بقول علامہ اقبال۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

بجینی مٹی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یہ کتاب ان لوگوں کو روشنی دکھاتی ہے جو اپنے اندر اللہ کے بارے میں ذوق رکھتے ہیں۔ ”دوسری جگہ ارشاد ہے ”میں نے انسان کو بجینی مٹی سے بنایا ہے۔“

یہاں مٹی کی فطرت (Nature) بیان کی گئی ہے جو خلا ہے۔ یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ ذوق میں نہ وزن ہوتا ہے نہ ذوق کے لئے فاصلہ کوئی معنی رکھتا ہے، نہ ذوق زمین و آسمان کی حدود کا پابند ہے۔ نہ اسے وقت پابند بنا سکتا ہے۔ یہی ذوق چلتا پھرتا ہے یہ بات ضرور ہے کہ انسان اس سے اس وقت تک متعارف نہیں ہوتا جب تک اس سے تعارف حاصل نہ کر لے۔ جب تعارف حاصل کر لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہی ذوق انسان ہے۔ یہ پوری کائنات میں آزاد ہے فرشتوں کا سربراہ ہے۔ اللہ کی بہترین صنعت ہے اور کائنات میں اللہ کا نائب ہے۔ نہ وہ پیروں سے چلنے اور ہاتھوں سے پکڑنے کا پابند ہے۔ اور نہ وہ آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے محتاج ہے یہ ساری خرافات انسان نے اپنی ہی تخلیق کی ہیں اور آپ ہی ڈھول بجاتا پھرتا ہے کہ ہائے میں تو بالکل مجبور ہوں

اوصاف

اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قانون قدرت کے تحت فعال اور متحرک ہے۔ ہر صفت اپنے اندر طاقت اور زندگی رکھتی ہے۔ جب ہم کسی اسم کا ورد کرتے ہیں تو اس کی طاقت تاثیر کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اگر مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہوں تو ہمیں اپنی کوتاہیوں اور پُر خطا طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ علاج میں دوا کے ساتھ پرہیز کرنا ضروری ہے اور بد پرہیزی سے دوا غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔ کوتاہیوں اور خطاؤں کے مرض میں جو پرہیز ضروری ہے وہ یہ ہے۔ حلال روزی کا حصول، جھوٹ سے نفرت، سچ سے محبت، اللہ کی مخلوق سے ہمدردی، ظاہر اور باطن میں یکسانیت، منافقت سے دل بیزاری، فساد اور شر سے احتراز، غرور تکبر سے اجتناب، کوئی منافق، سخت دل، اللہ کی مخلوق کو کمتر جاننے والا اور خود کو دوسروں سے برتر سمجھنے والا بندہ اسمائے الہیہ کے خواص سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا۔ کسی اسم کے ورد کرنے سے پہلے مذکورہ بالا صلاحیتوں اور اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔

وجدان

جب تک مذہب اور خدا کے بارے میں ہمارے اندر فلسفی انداز اور منطقی استدلال موجود رہتا ہے ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچتے اس لئے کہ ماوراء ہستی کو سمجھنے کے لئے ماورائی شعور کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پس ثابت یہ ہوا کہ مذہب ماورائی ہستی اور صداقت کی اصل اساس ہمارا غیر شعوری عقیدہ اور وجدان ہے۔ جن ہم وجدان میں قدم بڑھا دیتے ہیں تو فطرت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اور عقل اس کی پیروی کرتی ہے۔ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جن لوگوں پر وجدان کی دنیا روشن ہو گئی ان لوگوں کے اندر خدا کے عدم وجود کے بارے میں خواہ کیسے بھی بلند دلائل پیش کئے گئے ان کے عقیدے میں اور ان کی طرز فکر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ حقیقت اس طرف راہنمائی کرتی ہے کہ وجدان ایک ایسا عالم ہے جس عالم میں ہر لمحہ، ہر آن حقیقتیں عکس ریز ہوتی رہتی ہیں۔ عالم وجدان میں سفر کرنے والا مسافر وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے جو عقل کی پہنائیوں میں گم رہنے والا بندہ نہیں دیکھتا۔

منزل

”جب ان کے سامنے آیات الہی کی تفسیر پیش کی جاتی ہے تو ان کے سینے منور ہو جاتے ہیں“ (سورہ انفال) تاریکیوں سے نکلنے، حزن و ملال کے زندگی سے آزاد ہونے، اقوامِ عالم میں مقتدر ہونے، دل و دماغ کو انوارِ الہیہ کا نشیمن بنانے، نظامِ ربوبیت اور خالقیت کو سمجھنے کے لئے صحیفہ کائنات کے ذرے ذرے کا مطالعہ کرو صحیفہ کائنات کے ایک ایک جزو کی تشریح قرآن میں موجود ہے۔ قرآن جہاں تسخیرِ کائنات کے فارمولوں کی دستاویز ہے وہاں انسانی زندگی کے لئے ایک دستور ہے۔ اس دستاویز میں ایسے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن پر چل کر ذلتِ عزت میں، شکست، فتح میں، کمزوری قوت میں، بد حالی خوشحالی میں اور انتشار و وحدت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ کا قانون ہمہ گیر ہے سب کے لئے ہے۔ جس طرح ہر آدمی متعین فارمولے سے کوئی چیز بنالیتا ہے اسی طرح صحیفہ ہدایت میں غور و فکر کر کے اپنے لئے ایک منزل متعین کی جاسکتی ہے۔

کائناتی مشین

روحانیت میں غیب کے مشاہدے کی ایک نظر ”سیر“ ہے۔ سیر کی آنکھ یہ دیکھتی ہے کہ کائنات کا سارا کجائی پروگرام لوح محفوظ پر منقوش ہے اور لوح محفوظ کا منقوش پروگرام خالق کائنات کی تجلی سے بے شمار زمینوں (SCREENS) پر ڈپلے ہو رہا ہے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار نوعیں اور انسانی شمات سے زیادہ ان نوعوں کے افراد کائنات کے کل پرزے ہیں۔ یہ کائناتی مشین ایک دائرے CIRCLE میں چل رہی ہے۔ جزو التجوی وجود سے اس کی حرکت شروع ہوتی ہے۔ اور ماوراء ہستی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ آسمان، زمین، درخت، پہاڑ، چرندے، پرندے، حشرات الارض، فرشتے، جنات اور انسان سب اس عظیم الشان نظام کے اجزاء ہیں۔ جن کے اشتراک سے حرکت کا منظم سلسلہ جاری و ساری ہے۔ البتہ انسان ایسا واحد فرد ہے جو نظام کائنات کی میکا نزم سے واقف ہے۔ باقی مخلوق اس میکا نزم سے واقفیت نہیں رکھتی۔

کیش چیک

بات کچھ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کے لئے پیدا کرنے والی ہستی نے ایک لاکھ روپے جمع کرائے۔ اسی طرح جیسے ایک لاکھ روپے بینک میں جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ وسائل کو استعمال کرنے کے لئے آدمی کو شش اور جدوجہد کرتا ہے۔ کوشش اور جدوجہد جیسے جیسے کامیابی کے مراحل طے کرتی ہے اس کو روپیہ ملتا رہتا ہے اور ضرورت پوری ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ کائناتی فلم (لوح محفوظ) میں وسائل کا ریکارڈ اور زر مبادلہ، متعین نہ ہوں تو ڈسپلے ہونے والی فلم نامکمل رہے گی۔ ایک آدمی کے نام پر بینک میں کروڑوں روپے کا زر مبادلہ موجود ہے لیکن وہ اسے استعمال نہ کرے تو یہ زر مبادلہ اس کے کام نہیں آئے گا۔ کوشش اور جدوجہد دراصل چیک کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح چیک لکھ کر بینک سے روپیہ نکلوایا جاتا ہے اسی طرح معاش کے حصول میں جدوجہد لوح محفوظ سے وسائل حاصل کرنے کے لئے کیش چیک ہے۔

فرشتے

۱۴ اگست کا سورج جوں ہی اُفق سے نمودار ہوا۔ ان کی شعاعوں میں ایک پیغام تھا کہ ایک قوم دوسرے قوم سے آزادی حاصل کر کے اپنی نسل کے لئے ایک فلاحی مملکت قائم کرے۔ بھونکی اور ننگی قوم پر قدرت نے اپنے خزانے کھول دیئے تاکہ قوم وسائل کی کمی کا شکوہ نہ کرے اور قوم کے فلاحی کاموں میں کوئی رخنہ در انداز نہ ہو۔ ایک نسل ختم ہو گئی ایک نسل جوان ہو کر بوڑھا پے کی طرف گامزن ہے اور ایک نسل جوان ہو رہی ہے۔ تینوں نسلوں کو فرشتے ترغیبی پروگرام INSPIRE کرتے رہے مگر جیسے جیسے قدرت کا انعام عام ہوتا رہا قوم کے اندر زر اور زمین کی ہوس بڑھتی گئی اور یہ حرص وہوس قوم کے جسم کے لئے ناسور بن گئی قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ دھرتی پر وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو اپنے ماضی کو یاد رکھتی ہیں اور حال میں کئے ہوئے اعمال کا محاسبہ کرتی ہیں۔

علم کتاب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ساکت و صامت پنچرہ نہیں بلکہ بولتا، چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، سوچتا سمجھتا انسان بنایا ہے۔ فرش سے عرش تک اس کا ایک قدم ہے، سوئی کاروزن اور آسمانوں کی کھلی فضا، ایک ستارے سے دوسرے ستارے تک کے لئے فاصلہ اس کے لئے ایک معنی رکھتا ہے۔ وہ نہ کہیں رکتا ہے نہ راستہ کھوٹا کرتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ وہ خود کو جانتا نہیں کہ میں کیا ہوں اور کائنات کیا ہے۔ حضورؐ کا نوع انسانی پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ان تمام رازوں کو واشگاف کر کے رکھ دیا، سب راز انہوں نے از خود منکشف نہیں کر دیئے تھے بلکہ ان پر اللہ نے کھولے۔ من و عن انہوں نے قرآن کی صورت میں ریکارڈ کرادیا، انہوں نے ساری زندگی کی جفا کشی سہہ کر اس امانت کو نوع انسانی کے حوالے کیا۔ نوع انسانی نے جو قدر کی ہے وہ ظاہر ہے۔ اللہ نے اسی علم کو کتاب کا علم فرمایا ہے ہر انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے چاہے اس کا نام زید ہو، بکر ہو، یا عمر ہو۔

روحانی آدمی

مراقبہ کے ذریعے انسان عالم باطن کی دنیا سے روشناس ہوتا ہے۔ جب سالک غیب کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے تو جس طرح وہ عالم ناسوت یا اس دنیا میں زندگی گزارتا ہے اور زندگی کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اسی طرح وہ غیب کی دنیا میں نظام شمسی اور بے شمار افلاک کو دیکھتا ہے۔ فرشتوں سے متعارف ہوتا ہے اس کے سامنے وہ تمام حقائق آجاتے ہیں جن حقائق پر یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے۔ وہ یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ کائنات کی ساخت میں کس قسم کی روشنیاں برسر عمل ہیں۔ ان روشنیوں کا منبع (SOURCE) کیا ہے۔ یہ روشنیاں کس طرح تخلیق ہو رہی ہیں افراد کائنات میں کس طرح تقسیم ہو رہی ہیں اور روشنیوں کی مقداروں کے رد و بدل سے کائنات کے نقوش کس طرح بن رہے ہیں۔ روحانی آدمی کی آنکھ یہ بھی دیکھ لیتی ہے کہ روشنیوں کا منبع انوار ہیں۔ پھر اس پر وہ تجلی بھی منکشف ہو جاتی ہے جو روشنیوں کو سنبھالنے والے انوار کی اصل ہے۔

سکون

منفی سوچ اتنی زیادہ عام کیوں ہے کہ آدمی ان چیزوں سے خوش نہیں ہوتا جو انہیں حاصل ہیں۔ ان خواہشات کے پیچھے کیوں سرگرداں ہے جن کے حصول میں وہ اعتدال کی زندگی سے روگردانی پر مجبور ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ہم صبر استغناء کی نعمتوں سے محروم ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ صابر شاکر اور مستغنی نہیں ہیں فانی کائنات سے دور ہو جاتے ہیں سکون و عافیت اور اطمینان قلب دبیز پردوں میں چھپ جاتے ہیں۔

سکون اور خوشی کوئی خارجی شے نہیں ہے۔ یہ ایک اندرونی کیفیت ہے اس اندوئی کیفیت سے جب ہم آشنا ہو جاتے ہیں سکون و اطمینان کی بارش ہونے لگتی ہے۔ بندہ اس ہمہ گیر طرز فکر سے آشنا ہو کر مصیبتوں، پریشانیوں اور عذاب ناک زندگی سے رستگاری حاصل کر کے اس حقیقی مسرت اور شادمانی سے واقف ہو جاتا ہے۔ جو بندوں کا حق اور ورثہ ہے۔

خوف اور غم

قانون یہ ہے کہ ڈر اور خوف دو انسانوں کے درمیان، انسان اور درندوں کے درمیان، انسان اور سانپ کے درمیان، دُوری اور بُعد کی دیوار کھڑی کر دیتے ہیں۔ اس کے متضاد محبت سے قربت کا احساس وجود میں آتا ہے، اللہ، بھگوان، نروان، گاڈ (GOD) ایل ایلیا، ماوراء ہستی ہر خاص و عام کی سرپرست ہے۔ نگران ہے، ابتداء ہے اور انتہاء ہے، خوف نگران ذات سے بندہ کو عمیق سمندر میں پھینک دیتا ہے محبت سے قربت کا احساس جنم لیتا ہے۔ ماوراء ہستی اللہ سے جتنی محبت کی جائے وہ ہستی اسی مناسبت سے دس گناہ بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ دوستی کا وصف قربت ہے نہ کہ دوری۔ دوست کو دوست سے نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔ آدم و حوا کے بیٹوں اور بیٹیوں کو عہد کرنا چاہئے کہ ماوراء ہستی آج کے بعد اللہ سے ڈریں گے نہیں، اس سے محبت کریں گے اس لئے کہ ماوراء ہستی خود اعلان کر رہی ہے کہ ”اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ غم ہوتا ہے۔“

پہچان

آدم کو مٹی سے بنایا ہے تو ہر آدمی مٹی سے بنا ہے اور ہم مٹی کو مٹی میں دفن کر دیتے ہیں۔ ایک حسین مورتی جس کے حسن پر سب ہی لوگ جان دیتے ہیں اور والدہ وشیدہ بنے رہتے ہیں اصل میں مٹی کے ذرات سے مرکب ہے۔ محبت کی شراب پینے والے جس پیالے میں شراب پیتے ہیں وہ پیالہ اسی مٹی سے بنتا ہے۔ قدرت کی کرشمہ سازی بھی کیا خوب ہے کہ ایک ہی مٹی سے مختلف شکلیں بناتی رہتی ہے اور پھر اسی مٹی میں ملا کر مٹا دیتی ہے۔ اور پھر بنادیتی ہے۔ تخلیق کے اس عمل میں واضح نشانیاں ہیں جو فی الواقع خالق کائنات کو جاننا پہچانا چاہتے ہیں آدم کی افتاد طبع بھی عجیب ہے کہ اس نے چمک دمک رکھنے والی شراب کی نہروں کو جنت میں ویران چھوڑا قسم قسم کے پھولوں کو اور باغوں میں پرندوں کی چہکار کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ آدم کسی ایک بات یا کسی ایک چیز پر قانع نہیں رہتا۔ اس کا جنت میں رہتے رہتے جب جی گھبرانے لگا تو اسے چھوڑ کر زمین پر آگیا اس کے مزاج میں ہر آن، ہر لمحہ تغیر اور تبدل ہے۔

بندہ

بندے کے اوپر اللہ کا یہ حق ہے کہ بندے کو اللہ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہو۔ اس کا دل اللہ کی محبت سے سرشار ہو۔ اس کے اندر عبادت کا ذوق اور اللہ کے عرفان کا تجسس کروٹیں بدلتا ہو۔ بندے کا اللہ کے ساتھ اس طرح تعلق استوار ہو جائے کہ بندگی کا ذوق اس کی رگ رگ میں رچ بس جائے۔ اور بندہ اپنے پورے ہوش و حواس میں جان لے کہ میرا اللہ کے ساتھ ایک ایسا رشتہ ہے جو کسی آن، کسی لمحے اور کسی وقفے میں نہ ٹوٹ سکتا ہے نہ معطل ہو سکتا ہے اور نہ ختم ہو سکتا ہے یہ بات بھی حقوق اللہ میں شامل ہے کہ بندہ اس بات سے باخبر ہو اور اس کا دل اس کی تصدیق کرے کہ میں نے عالم ارواح میں اس بات کا عہد کیا ہے میرا رب مجھے بنانے والا، خدو خال بخش کر میری پرورش کرنے والا اور میرے لئے وسائل فراہم کرنے والا اللہ ہے اور میں نے اللہ سے اس بات کا عہد کیا ہے کہ میں زندگی خواہ کسی عالم میں ہو آپ کا بندہ ہو کر گزاروں گا۔

آنسو

کون کہتا ہے کہ دولت پرستی اور بت پرستی دو الگ الگ باتیں ہیں۔ پتھروں کا پوجنا یا سونے کو پوجنا ایک ہی بات ہے۔ بت بھی پتھروں اور مٹی سے تخلیق کئے جاتے ہیں اور سونا بھی مٹی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ سونے چاندی اور جوہرات کی محبت نے قوم کو اندھا کر دیا، دولت کا ذخیرہ شرافت اور خاندان کا معیار بن گیا۔ ہوس زر نے انسانی قدریں پامال کر دیں۔ اخلاق، نجابت اور قومی روایات سب طبعے کا ڈھیر بن گئیں۔ موت کے بعد زندگی پر سے یقین اٹھ گیا ہے۔ ساری قوم ”بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“ کی تفسیر بن گئی۔ روحانی قدروں کو ذبح کر کے اخلاقی برائیوں کو جنم دیا جا رہا ہے اللہ کے دوست جب اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں تو قوم کانوں میں روئی اور منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھ جاتی ہے۔ قوم کے نیک باطن افراد آنسو بہاتے ہیں اور شیطان اپنی کامرانی پر قہقہے لگاتا ہے۔

اللہ کے دوست

جسم کے تقاضوں کی طرح انسان کی رُوح میں بھی تقاضے ہوتے ہیں۔ رُوح کے تقاضے بھی انسانی شعور کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ ان تقاضوں کی تکمیل ہونی چاہئے۔ روحانی تقاضے ان کی تکمیل جسمانی تقاضوں سے زیادہ اہم اور نتیجہ خیز ہوتی ہیں۔ ان کے نتائج جسمانی تقاضوں کے مقابلے میں زیادہ مسلسل اور عظیم الشان ہوتے ہیں۔

روحانی تقاضوں میں سب سے اہم اور سب سے زیادہ بنیادی تقاضہ جو ہر انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے وہ انسان کو احساس دلاتا ہے کہ اسے اپنے خالق سے رابطہ پیدا کرنا چاہئے اور اسے ان خوشیوں اور مسرتوں سے بہرہ مند ہونا چاہئے کہ جو اس رابطے اور قربت کا لازمی نتیجہ ہے اور کہا گیا ہے کہ ”اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔“ (القرآن)

ازدواجی زندگی

بردباری، تحمل اور حکمت کی روش یہ ہے کہ آدمی درگزر سے کام لے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش دلی سے نباہ کرے ہو سکتا ہے اللہ اس عورت کے ذریعے مرد کو ایسے بھلائیوں سے نواز دے جن تک مرد کی پہنچ نہ ہو دیانتدار عورت اپنے ایمان سیرت اور اخلاق کے باعث پورے خاندان کے لئے رحمت ہے اس کی ذات سے کوئی ایسی سعید روح وجود میں آسکتی ہے جو ایک عالم کے لئے مشعل راہ بن جائے۔ اچھی اور نیک خصلت بیوی مرد کی اصلاح حال کے لئے ایک موثر ذریعہ ہے بیوی خاوند کو جنت سے قریب کر دیتی ہے اس کی قسمت سے دنیا میں خدا مرد کو رزق اور خوشحالی سے نوازتا ہے اور عورت کے کسی ظاہری عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلق کو برباد نہ کیجئے بلکہ حکیمانہ طرز فکر عمل سے آہستہ آہستہ گھر کی مکدر فضا کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنائیے۔

اناکى لهرىں

انسانوں كے درميان ابتداءى آفرينش سے بات كرنے كا طريقہ رائج ہے۔ آواز كى لهرىں جن كے معنى معين كر لئے جاتے ہيں سننے والوں كو مطلع كرتى ہيں يہ طريقہ اس ہي تبادلہ كى نقل ہے۔ جو اناكى لهروں كے درميان ہوتا ہے ديكا گيا ہے كہ گونگا آدمى اپنے ہونٹوں كى حفيظ جنبش سے سب كچھ كہہ ديتا ہے اور سمجھنے كے اہل سب كچھ سمجھ جاتے ہيں يہ طريقہ بھى پہلے طريقے كا عكس ہے۔ جانور آواز كے بغير ايك دوسرے كو اپنے حال سے مطلع كر ديتے ہيں۔ يہاں بھى اناكى لهرىں كام كرتى ہيں۔ درخت آپس ميں گفتگو كرتے ہيں اور يہ گفتگو آمنے سامنے كے درختوں ميں نہيں ہوتى بلكہ دور دراز كے ايسے درختوں ميں بھى ہوتى ہے جو ہزاروں ميل كے فاصلے پر واقع ہيں۔ يہى قانون جمادات ميں بھى رائج ہے۔ كنكروں، پتھروں، مٹی كے ذروں ميں من و عن اسي طرح تبادلہ خيال ہوتا ہے۔

خواب

خواب ہماری زندگی کا نصف حصہ ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کے اندر ایسے حواس بھی کام کرتے ہیں جن کے ذریعے انسان کے اوپر غیب کا انکشاف ہو جاتا ہے، خواب اور خواب کے حواس میں ہم ٹائم اور اسپیس کے ہاتھ میں کھلونا نہیں ہیں بلکہ ٹائم اور اسپیس ہمارے لئے کھلونا بنے ہوئے خواب میں چھو نکہ اسپیس اور ٹائم مکانیت اور زمانیت کی جکڑ بندیاں نہیں ہیں۔ ہیں اس لئے ہم خواب میں ان حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو زمان و مکان سے ماوراء ہیں۔ آسمانی صحائف میں مستقبل کی نشاندہی کرنے والے خوابوں کا ایک سلسلہ ہے جو نوع انسانی کو تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق خواب میں غیب کا انکشاف صرف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر انسان اللہ کے اس قانون سے فیض یاب ہے۔

ڈائی

شہباز کی قوت پرواز بھی مٹی کی ممنون کرم ہے کیوں کہ اس کے جسمانی اعضاء اسی مٹی (کل رنگ و روشنی) کی مختلف ترکیبوں سے وجود میں آئے ہیں۔ البتہ تخلیق کا اصل راز یہ ہے کہ مٹی کے اندر خالق کائنات کا امر متحرک ہے جو مٹی کو مختلف سانچوں میں ڈھال کر مختلف شکلوں میں ظاہر کر رہا ہے۔ کنکر، پتھر، پودے، مختلف قسم کے جانور اور انسان دراصل مختلف سانچے (DIES) ہیں۔ کائنات میں موجود جتنی اشیاء ہیں ان سب کی تخلیق ڈائیوں (DIES) میں ہوئی ہے۔ جس طرح چڑیا کی ڈائی میں پلاسٹک ڈال کر چڑیا بنائی جاتی ہے اور کبوتر کی ڈائی میں پلاسٹک ڈال کر کبوتر بنالیا جاتا ہے اسی طرح قدرت کی بنائی ہوئی ڈائیوں میں مصالحہ (MATTER) ایک خاص طریقہ کار سے منتقل ہوتا رہتا ہے اور نئی نئی صورتیں وجود میں آتی رہتی ہیں۔

روح کا نام

ہم جب اپنے آپ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک محدود اور فنا ہونے والا ایک جسم ہے اور یہی ہماری زندگی کی پہچان ہے اور یہ جسم جو ہمیں نظر آتا ہے اس کے اجزائے ترکیبی کثافت، گندگی، تعفن اور سڑاند ہیں۔ اس سراند کی بنیاد اس نظر پر قائم ہے کہ ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں مادہ ہوں اور اس مادی دنیا کی پیدائش ہوں۔ یہ محدود نظریہ ہر آدمی کو کسی ایک مقام میں محدود کر دیتا ہے اور ہر آدمی ایک محدودیت کے تانے بانے میں خود کو گرفتار کر لیتا ہے اور اس طرح محدود اور پابند نظریے کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ زمین پر بسنے والا ہر آدمی جب اپنا تذکرہ کرتا ہے تو کہتا ہے میں مسلمان ہوں میں ہندو ہوں، میں پارسی ہوں، میں عیسائی ہوں حالانکہ روح کا کوئی نام نہیں رکھا جاسکتا۔ روشنی ہر جگہ روشنی ہے چاہے وہ عرب میں ہو، عجم میں ہو یا یورپ میں ہو یا ایشیا کے کسی حصے میں۔

صور تیں

انسانی زندگی کے تمام دور بشمول ماضی اور مستقبل لوح محفوظ پر نقش ہیں کائنات کا ہر ذرہ اس نقش کی تفصیلی تصویر ہے۔ ہر ذرے کے وجود کی گہرائی میں اس نقش کا سراغ ملتا ہے اسی طرح پتھر میں پتھر کی ساری فلم موجود ہے۔ یہ فلم پتھر کے اندر جھانکنے سے نظر آتی ہے اسی ریکارڈ یا فلم کا مشاہدہ کر کے روحانی آدمی ماضی اور مستقبل کے تمام واقعات سے مطلع ہو جاتا ہے۔ آدم کی تخلیق میں جو فارمولے کام کر رہے ہیں وہ یہ ازل سے ایک ہی پیٹرن یا طرز فکر پر قائم ہیں۔ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کے مظاہراتی طرزوں میں تغیر Variation تو رہتا رہتا ہے۔ لیکن بنیادوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ انسانی طبیعت میں تقاضے رنج و غضب، پیار جنس، وغیرہ یکساں ہیں۔ البتہ ہر دور میں اس کی مظاہراتی صورتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

خیر و شر

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی تو فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ زمین پر فساد پھیلانے گا۔ یہ بتانے کے لئے آدم کے اندر شر اور فساد کے ساتھ خیر و فلاح کا سمندر بھی موجزن ہے۔ اللہ نے آدم سے کہا کہ ہماری تخلیقی صفات بیان کرو۔ جب آدم نے تخلیقی صفات اور تخلیق میں کام کرنے والے فارمولے (اسمائے الہیہ) بیان کئے تو فرشتے برملا پکار اٹھے۔ ”پاک اور مقدس ہے آپ کی ذات ہم کچھ نہیں جانتے مگر جس قدر آپ نے ہمیں علم بخش دیا ہے، بے شک و شبہ آپ کی ذات علیم و حکیم ہے۔“ تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فرشتوں نے جو کچھ کہا اللہ نے اس کی تردید نہیں کی۔ بات کچھ یوں بنی کہ آدم کی اولاد کو جب تک اللہ کی صفات کا علم منتقل نہیں ہوتا وہ سرتاپا شر اور فساد ہے اور تخلیق کا علم منتقل ہونے کے بعد سرتاپا خیر ہے۔

سرکل

جن حواس سے ہم کشش ثقل میں مقید چیزوں کو دیکھتے ہیں اس کا نام شعور ہے اور جن حواس میں ہم کشش ثقل سے آزاد ہو جاتے ہیں ان کا نام لا شعور ہے۔ شعور اور لا شعور دونوں لہروں پر قیام پذیر ہیں۔ شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث (Triangle) ہوتی ہیں اور لا شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں دائرہ (Circle) ہوتی ہیں۔ شعوری حواس میں ہم ٹائم اینڈ سپیس میں بند ہوتے ہیں اور لا شعوری حواس ہمیں ٹائم اسپیس سے آزاد کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں حواس ایک ورق کی طرح ہیں ورق کے دونوں صفحات پر ایک ہی تحریر لکھی ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ورق کے ایک صفحے پر عبارت ہمیں روشن اور واضح نظر آتی ہے اور ورق کے دوسرے صفحے پر دھندلی اور غیر واضح نظر آتی ہے۔

یقین

غیب مظاہر سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ غیب کو سمجھنا بہت ضروری ہے مذہب یا دین جس چیز کو کہتے ہیں وہ دراصل غیب کی نشاندہی ہے مذہب میں مظاہر کا تذکرہ ضرور آتا ہے۔ لیکن اس کو کسی بھی دور میں اولیت حاصل نہیں ہوئی، اس لئے کہ مادی ہر چیز فنا کے راستے پر گامزن ہے اور جبکہ خود راستہ بھی فانی ہے ایک خدا کا پرستار جس طرح غیب پر ایمان رکھتا ہے بالکل اسی طرح ایک مادیت کا پرستاد مادیت کی دنیا پر یقین رکھتا ہے۔ نہ خدا پرست کو غیب کی دنیا پر ایمان رکھے بغیر چارہ ہے اور نہ مادیت پرست کو مادے پر ایمان لائے بغیر مفر ہے۔ دونوں اپنی ایک طرز رکھتے ہیں۔ اور ان میں یہ چیز اس طرح مشترک ہے کہ اس طرز پر ان کا ایمان اور ایقان ہوتا ہے اسی ایمان اور ایقان کو یہ زندگی کہتے ہیں کوئی زندگی ایمان اور ایقان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ وہ زندگی خدا پرست کی زندگی ہو یا مادہ پرست کی ہو۔

هوائی کره

وهم كفا هف؟ خفال كهاف سف آفا هف؟ فف باف عور طلب هف اكران سوالول كو نظر انداز كر دفل فو كشر هفا فق محفل ره بافل كف اور هفا فق كف زنفجر جس كف سونف صء كرفاا اس مسلف كف سمفنه فر منفر هفل انجانف ره بافل كف؁ جب ذهن مفف كوئف خفال آفا هف فو ذهن مفف اس كا كوئف كائنافل سبب ضرور هوفاف؁ خفال كف آنا اس باف كف ءلفل هف كه ذهن كف پردول مفف حر كف هوفف هف فف حر كف ذهن كف ذاتف حر كف نفهل هوفف؁ اس كا ءلفق كائنافل كف ان فارول سف هف جو كائنافل كف نظام كو افك خاص فر ففب مفف حر كف ءفف هفل؁ مثلاً جب هوا كا كوئف ففز جھوفا آفا هف فو اس كف فف معنف هوفف هفل كر هوائف مفف كهفل كوئف ففر ففءا هوا هف؁ اسف طر كف جب انسان كف ذهن مفف كوئف ففر ءارء هوفف هف فو اس كف معنف بهف فف هفل كه انسان كف لاشعور مفف كوئف حر كف ءاف هوفف هف؁ اس كا سمفنا خود انسانی ذهن كف ءلاش فر هف؁

ورائے لا شعور

دنیا میں رائج علوم کی اگر درجہ بندی کی جائے تو ہم انہیں تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ طبیعیات (PHYSICS)، نفسیات (PSYCHOLOGY) اور ما بعد النفسیات (PARA-PSYCHOLOGY) علم طبیعیات کے ضمن میں زندگی کے وہ اعمال و اشغال نظر آتے ہیں جن سے کوئی آدمی محدود دائرے میں مستفیض ہوتا ہے۔ یعنی اس سوچ کا محور مادہ (MATTER) ہوتا ہے اور اس مادی دنیا کے اس خول سے وہ باہر نہیں نکل سکتا نفسیات وہ علم ہے جو طبیعیات کے پس پردہ کام کرتا ہے، خیالات تصورات اور احساسات کا تابا بنا اس علم سے مرکب ہے۔ علم ما بعد النفسیات علم کی اس بساط کا نام ہے جس کو روحانیت میں مصدر اطلاعات (SOURCE OF INFORMATION) کہا جاتا ہے، علمی حیثیت میں یہ ایک ایسی ایجنسی ہے جو لا شعور کے پس پردہ کام کرتی ہے۔

ورثہ

کہا جاتا ہے کہ انسانوں کو زندہ رہنے کے لئے کسی نہ کسی عقیدے کا پابند رہنا ضروری ہے گرد و پیش کے حالات اور ماں باپ کی تربیت سے جس قسم کے عقائد بچے کے ذہن میں پرورش پا جاتے ہیں وہی بچے کا مذہب بن جاتا ہے تمام نظریات کی بنیاد اسی اصول پر کار فرما ہے اس کے بغیر تاثرات واردات اور کیفیات کو عقیدے کے سلسلے میں کوئی جگہ نہیں ملتی ہمارے تمام فلسفے اور تمام طبعی سائنس اسی کلیہ پر قائم ہے لیکن ہم جب انسان کی ذہنی اور اندرونی زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ذاتی اور باطنی واردات اور کیفیات میں نمایاں فرق نظر آتا ہے اور ہم یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ زندگی کا بہت تھوڑا سا حصہ عقلیت کی گرفت میں آتا ہے جو کچھ ہے سب بچپن میں سونی ہوئی دیکھی ہوئی والدین سے ورثہ میں ملی ہوئی کیفیات کا ثمر ہے۔

نور

لوح محفوظ سے ایک نور آتا ہے جو پوری کائنات میں پھیلتا ہے۔ اس میں ہر قسم کی اطلاعات ہوتی ہیں جو کائنات کے ذرے ذرے کو ملتی ہیں۔ ان اطلاعات میں چکھنا، سونگھنا، سننا، دیکھنا، محسوس کرنا خیال کرنا وہم و گمان وغیرہ اور زندگی کا ہر شعبہ، ہر حرکت، ہر کیفیت کامل طرزوں کے ساتھ موجود ہوتی ہے ان کو صحیح حالت میں وصول کرنے کا طریقہ صرف ایک ہے۔ انسان ہر معاملے میں ہر حالت میں کامل استغفار کھتا ہو مسخ کرنے والی اس کی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ جہاں مصلحت نہیں ہے وہاں استغنا ہے۔ غیر جانب داری ہے اور اللہ کا شعار ہے۔ روحانیت کے راستے پر سفر کرنے والے سالکین کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ روحانیت میں اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا مقصد، کوئی دوسری غایت شریک کرنا کفر ہے۔

نباتات و جمادات

قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:-

ساری کائنات میں ایک ہی لاشعور کار فرما ہے۔ اس کے ذریعے غیب و شہود کی ہر لہر دوسری لہر کے معنی سمجھتی ہے چاہے یہ دونوں لہریں کائنات کے دو کناروں پر واقع ہوں۔ غیب و شہود کی فراست اور معنویت کائنات کی رگ جان ہے۔ ہم اس رگ جان میں جو خود بھی ہماری رگ جان بھی ہے تفکر اور توجہ کر کے اپنے سیارے اور دوسرے سیاروں کے آثار و احوال کا انکشاف کر سکتے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کے تصورات جنات اور فرشتوں کی حرکات و سکنات، نباتات اور جمادات کی اندرونی تحریکات معلوم کر سکتے ہیں۔ مسلسل توجہ دینے سے ذہن کائناتی لاشعور میں تحلیل ہو جاتا ہے اور ہمارا سراپا کا معین پرت انا کی گرفت سے آزاد ہو کر ضرورت کے مطابق ہر چیز دیکھتا، سمجھتا اور شعور میں محفوظ کر دیتا ہے۔

نسیم سحر

فضاؤں میں رنگینی، زندگی کو تحفظ دینے والی روشنیاں، طرح طرح کی گیسیں، نیلگوں آسمان کی بساط پر ستاروں کی انجمنیں، رات کی تاریکی میں روشن چاند، دن کے اجالے کو جلا بخشنے والا سورج، ہوا معطر خراماں خراماں نسیم سحر، درختوں کی نغمہ سرائی، چڑیوں کی چہکار، بلبل کی صدا، کوئل کی کوک کس نے تخلیق کی ہے؟ سیلابوں کی گزرگاہیں بجلی کی گرج اور چمک کی راہیں کس نے مقرر کیں؟ کیا تو بادلوں کو پکار سکتا ہے کہ وہ تجھ پر مینہ برسائیں کیا تو بجلیوں کو اپنے حضور بلا سکتا ہے؟ دل میں سمجھ اور فہم کس نے عطا کی ہے اور ہرن کو آزادی کس نے دی؟ اگر ان باتوں کو رفعت و عظمت سے تعبیر کر کے اپنی بضاعتی کہا جائے تو خود ہمارے جسم میں ایسی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن سے ہم ہر گز ہر گز صرف نظر نہیں کر سکتے کہ ساری کائنات عقل والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔ ہے کوئی سمجھنے والا؟

نور و نار

جب سے ہوش سنبھالا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم صرف دعاؤں کے ذریعے اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم عمومی اور خصوصی دعائیں بھی مانگتے ہیں آدھی صدی یاد و تہائی سے زیادہ کا زمانہ گزر چکا ہے میں نے من حیث القوم کافروں پر فتح اور کامرانی کی کوئی دعا قبول ہوتے نہیں دیکھی آخر ایسا کیوں ہے؟ دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ان کے ساتھ عمل نہیں ہے اور تخلیق کار ازیہ ہے کہ عمل بجائے خود ایک تخلیق ہے۔ جب سے ہم نے عمل کو ترک کیا ہے اور صرف دعاؤں کا سہارا لینا شروع کیا ہے ہمارے اندر سے نور نکل گیا اور نار نے ہمیں اپنا لقمہ تر سمجھ لیا ہے۔ اے واعظو! اے منبر نشینو! اے قوم کے دانشوارو! براے خدا سوتی قوم کو جگاؤ اور بتاؤ کہ بے عمل قومیں مفلوج، مغضوب اور غلام بن جاتی ہیں۔

نماز

قرآن پاک میں جتنی جگہ نماز کا تذکرہ ہوا ہے وہاں قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ نہیں کہا ہے کہ نماز پڑھو۔ نماز پڑھنے اور قائم کرنے میں فرق ہے۔ ”نماز خواندان“ آتش پرستوں کے یہاں رائج ہے۔ جب وہ اپنی کتاب ”زند و اوستا“ پڑھ کر آگ کے سامنے جھکتے ہیں اس کو نماز خواندان یعنی نماز پڑھنا کہتے ہیں۔ عربی سے جب اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا تو سہو ہوا کہ ”صلوۃ قائم کرو“ کا ترجمہ ”نماز پڑھنا“ کر دیا گیا حالانکہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق نماز کا ترجمہ صلوۃ ہی ہونا چاہئے تھا جس طرح کلمہ طیبہ کا ترجمہ کلمہ طیبہ ہے، اللہ کا ترجمہ اللہ ہے، رحمان کا ترجمہ رحمان ہے، پیغمبر کا ترجمہ پیغمبر ہے، رسول کا ترجمہ رسول ہے، قرآن کے ارشاد کے مطابق ”قائم کرو صلوۃ“ اور اردو ترجمے کے مطابق ”نماز پڑھو“ کے معنی و مفہوم میں بہت بڑا فرق واقع ہو گیا ہے۔

محاسبہ

”سود لینے والے، سود دینے والے اور سودی معیشت میں زندہ رہنے والے اللہ کے ایسے دشمن ہیں جو اللہ کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں۔“

تمام مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ حج بھی کرتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں عقل دست کو بہ گریباں ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی نماز نماز کس طرح ہوگی۔ اللہ کے ساتھ حالت جنگ میں رہتے ہوئے روزے کی برکتیں اور سعادتیں کیسے حاصل ہوگی۔ جن لوگوں کو اللہ نے اپنا دشمن قرار دے دیا ہے وہ کس منہ سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور حسانہ کعبہ کے انوار و تجلیات سے اللہ کے دشمن کیوں کر منور ہو سکتے ہیں؟ ہمارے ایک عظیم گواہ ہے کہ جس قوم نے اللہ کے بنائے ہوئے قانون کا مذاق اڑایا اللہ نے اس قوم کو ذلیل و پست کر دیا کیا بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اپنے ظاہر اور باطن کا محاسبہ کریں؟

مادی جسم

ظاہری جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت کے جسم کے اوپر ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ اس جسم کو جسم مثالی کہتے ہیں۔ مادی گوشت پوست کا دار مدار اسی جسم پر ہے اور یہ جسم روشنیوں کا بنا ہوا ہے روشنیوں کا بنا ہوا جسم صحت مند ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند رہتا ہے۔ زندگی کے اندر جتنے تقاضے موجود ہیں وہ تقاضے گوشت پوست کے جسم میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ روشنیوں سے بنے ہوئے جسم میں پیدا ہوتے ہیں اور وہاں سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم میں منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جب آدمی روٹی کھاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مادی جسم روٹی کھا رہا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضا پیدا نہیں ہو گا اور جسم مثالی گوشت پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس سے مطلع نہیں کرے گا آدمی روٹی نہیں کھا سکتا۔

مستقبل

خوابوں کے ذریعے انسان کو ان حادثات سے محفوظ رہنے کے لئے اشارات ملتے رہتے ہیں جو مستقبل میں پیش آنے والے ہوتے ہیں اور ان احتیاطی تدابیر کو اختیار کر کے ان حادثات سے محفوظ رہا جاسکتا ہے بعض اوقات غیر ارادی طور پر بیداری میں انسان کی چھٹی حس آنے والے حادثات سے خبردار کر دیتی ہے اس قسم کے بہت سارے واقعات لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ان سب کی توجیہ ایک ہی ہے کہ ذہن ایک لمحے کے لئے زمان شعور سے نکل کر لاشعور کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے اور آنے والے واقعات کو محسوس کر لیتا ہے لیکن یہ چیز غیر اداری طور پر واقع ہوتی ہے اگر اس واردات پر مراقبہ کے ذریعے غلبہ حاصل کر کے ارادے کے ساتھ وابستہ کر لیا جائے تو بیداری کی حالت میں بھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

متقی

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

مفہوم: یہ کتاب ان لوگوں کو روشنی دکھاتی ہے جو اللہ کے بارے میں ذوق رکھتے ہیں۔ (سورہ بقرہ)

غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو انسان کے مشاہدات سے باہر ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایمان سے مراد یقین، یقین وہ حقیقت ہے جو تلاش میں سرگرداں رہتی ہیں اس لئے نہیں کہ اسے کوئی معاوضہ ملے گا بلکہ صرف اس لئے کہ طبیعت کا تقاضہ پورا کرے۔ متقی سے مراد وہ انسان ہے جو سمجھنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے، ساتھ ہی بدگمانی کو راہ نہیں دیتا، وہ اللہ کے معاملے میں اتنا محتاط ہوتا ہے کہ کائنات کا کوئی روپ اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ اللہ کو بالکل الگ سے پہچانتا ہے اور اللہ کے کاموں کو بالکل الگ سے جانتا ہے۔

کتاب المبین

اور آپ کیا سمجھے اعلیٰ زندگی کیا ہے اور اسفل زندگی کیا ہے۔ یہ ایک ریکارڈ ہے۔ علم حقیقت یاروحانی علم ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اگر ہم خود سے اور اپنے خالق سے متعارف ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اپنے ماضی میں جھانکیں۔ ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے بچہ عالم برزخ میں تھا۔ عالم برزخ لوح محفوظ کا ایک عکس ہے۔ لوح محفوظ کتاب المبین کا ایک ورق ہے۔ کتاب المبین عالم ارواح ہے اور عالم ارواح وہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ”کن“ کہا تھا تو اس کا ظہور ہو گیا تھا مرنے کے بعد کی زندگی دراصل اسی عالم ارواح کی طرف پیش قدمی ہے۔ نوع انسانی کے جو افراد اس زندگی کو دیکھنے، سمجھنے اور تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ان کو ایسی نظر اور بصیرت مل جاتی ہے جو اس عالم کو دیکھ لیتی ہے، سمجھ لیتی ہے۔

قلندر شعور

زندگی گزارنے کی ایک طرز یہ ہے کہ آدم زاد ہمہ وقت، ہر آن اور ہر لمحہ پابند حواس کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ زندگی گزارنے کی دوسری طرز یہ ہے کہ آدم زاد پابند حواس کے ساتھ بھی آزاد زندگی گزارتا ہے۔ حزن اور ملال کے تاثرات اسے متاثر نہیں کرتے۔ زمین کے اوپر وسائل کی چکاچوند اس کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کرتی۔ اس لئے کہ زمین سے دور بہت دور اعلیٰ زمین ”جنت“ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے جس طرح مادیت میں قید وہ یہاں روٹی کھاتا ہے اسی طرح مادیت سے آزاد ہو کر جنت کے باغات سے انگور کے خوشے حاصل کرنا اس کے لئے آسان ہے۔ جب کوئی شخص خود شناسی میں مکمل ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر زندگی کی نئی راہ نئی طرز اور نیا اسلوب منکشف ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو قلندر شعور کا حامل مرد کہا جاتا ہے۔

قینچی

بُری باتوں اور کالم گلوچ سے زبان گندی نہ کیجئے، چغلی نہ کھائیے، چغلی کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی بھائی اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہو دوسروں کی نقلیں نہ اُتارے اس عمل سے دماغ میں کثافت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ شکایتیں نہ کیجئے کہ شکایت محبت قینچی ہے۔ کسی کی ہنسی نہ اڑائیے کہ اس سے آدمی احساس برتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور احساس برتری میں آدمی کے لئے ایسے ہلاکت ہے جس ہلاکت میں ابلیس مبتلا ہے اپنی بڑائی نہ جتائیے۔ اس عمل سے اچھے لوگ آپ سے دور ہو جائیں گے۔ خوشاند ہی اور چاپلوسی کرنے والے منافق آپ کا گھراؤ کریں گے۔ اور ایک روز آپ عرش سے فرش پر گر جائیں گے۔ فکرے نہ کسئیے، کسی پر طنز نہ کیجیے، بات بات پر قسم نہ کھائیے۔ یہ عمل آپ کے کردار کو گہنادے گا۔ اور آپ لوگوں کی محبت سے محروم ہو جائیں گے۔

قدرت کے راز

ایمان ایک ایسا جوہر ہے جس کی چاشنی اور حلاوت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے مگر یہ ہلاوت چاشنی اسی بندے کو حاصل ہوتی ہے جو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ بندہ جو اللہ سے زیادہ دوسری چیزوں کو عزیز رکھتا ہے، اللہ کا سچا بندہ نہیں ہے۔ جب ہم محبت کا تذکرہ کرتے ہیں تو محبت ہم سے کچھ تقاضے کرتی ہے اور وہ تقاضہ یہ ہے کہ محبت ہمیشہ قربانی چاہتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ محبت ایک ایسی قلبی کیفیت کا نام ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ لیکن انسان کا عمل اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ اس کے اندر محبت کا سمندر موجزن ہے یا نہیں۔ ایک آدمی زبانی طور پر اگر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے محبت کرتا ہوں لیکن جب ایثار اور قربانی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے قول میں سچا ثابت نہیں ہوتا۔ بلاشبہ اس کی محبت قابل تسلیم نہیں سمجھی جائے گی۔

فریبِ نظر

موجودہ سائنس تلاش اور جستجو کے راستے پر چل کر اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ پوری کائنات ایک ہی قوت کا مظاہرہ ہے۔ یہ انکشاف نیا نہیں ہے ہمارے اسلاف میں کتنے ہی لوگ اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ آدمی کی تصویر مختلف النوع خیالات کے رنگوں سے مرکب ہے خیال ہمیں مسرت آگیاں زندگی سے ہم کنار کرتا ہے اور یہی خیال ہمیں غم ناک زندگی سے آشنا کر دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سائنس ترقی کے عروج پر پہنچ گئی ہے۔ لیکن آج کے سائنس دان وہی کہہ رہے ہیں جو ہزاروں سال پہلے روحانیت کے علمبردار کہہ چکے ہیں اور جس کا پرچار آج بھی ان کے پیروکار حضرات کا مشن ہے وہ یہ ہے کہ زندگی کا قیام مادے پر نہیں لہروں پر ہے۔ اور لہریں خیالات کا جامہ پہن کر ہر شے کا وجود بن رہی ہیں۔ مادے سے بنی ہوئی تصویروں میں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ فریبِ نظر کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فن

ہم باحیثیت بزرگ بار بار اعلان کرتے ہیں کہ نوجوان نسل کے ذہنوں سے بزرگوں کا احترام اٹھ گیا ہے ان کے اندر وہ اخوت و حیا نہیں رہی جس کے اوپر مثالی معاشرہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ خدارا اپنے گریبان میں منہ ڈالئے یہ بھی دیکھئے کہ ہمارے قول و فعل میں کتنا تضاد واقع ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنا اختیار استعمال کر کے اس منافقانہ زندگی کو بدل سکتے ہیں، ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہیں۔ ہم جو کچھ خود نہیں کرتے اس کی توقع اپنی اولاد سے کیوں کرتے ہیں۔ آج اگر ایک باپ جھوٹ کی ملمع شدہ زندگی میں ہے تو وہ اولاد سے کیوں کر توقع کر سکتا ہے کہ وہ سچی اور حق آشنا زندگی گزارے گا۔ بچے ماں کے پیٹ سے قاتل، چور، ذخیرہ اندوز، منافق، اسمگلر پیدا نہیں ہوتے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کو جو کچھ کرتے دیکھا ہے ترقی دے کر اسے فن بنا دیا ہے۔

پردہ

زندگی کا قیام سانس کے اوپر ہے۔ جب تک سانس کی آمد و شد جاری ہے زندگی رواں دواں ہے اور جب سانس میں تعطل واقع ہو جاتا ہے تو مظاہراتی اعتبار سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ سانس اندر جاتا ہے اور باہر آتا ہے، روحانی نقطہ نظر سے سانس کا اندر جانا انسان کو اس کی رُوح یا انز کے قریب کر دیتا ہے اور سانس کا باہر آنا انسان کو اس کی روح سے عارضی طور پر دور کر دیتا ہے جب ہم سانس لیتے ہیں تو ازل سے قریب تر ہو جاتے ہیں اور جب ہم سانس باہر نکالتے ہیں تو خود کو ازل سے دور محسوس کرتے ہیں یعنی سانس کا باہر آنا مادی اور ازل کی زندگی کے درمیان ایک پردہ ہے۔ جب ہم سانس کو اندر روکتے ہیں تو ہمارا رشتہ ازل سے قائم ہو جاتا ہے اور سانس جب باہر نکالتے ہیں تو ہمارا رشتہ ساری دنیا سے قائم ہو جاتا ہے۔

تاثرات

کوئی چہرہ ہمارے سامنے ایسا آتا ہے کہ ہم اس چہرے کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں اور کوئی چہرہ ہمارے سامنے ایسا بھی آتا ہے کہ ہم اس چہرے میں سے نکلنے والی لہروں سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے دل نور سے معمور ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے دماغ میں خلوص، ایثار، محبت اور پاکیزگی اور خدمت خلق کا جذبہ ہوتا ہے ایسے لوگوں کے چہرے بھی خوش نما معصوم اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ ان چہروں میں ایسی مقناطیسیت ہوتی ہے کہ ہر شخص قریب ہونا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس ایسے لوگ جو احساس گناہ اور اضطراب میں مبتلا ہیں ان کے چہروں پر خشونت، خشکی، بیہوشی، بے آہنگی، اور کراہت کے تاثرات پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ تاثرات دوسرے آدمی کے دل میں دوڑ رہنے کا تقاضہ پیدا کرتے ہیں۔

آگ کا ستون

ہر زمانہ میں عقل مندوں نے ہوسِ زر کی مخالفت کی ہے۔ قرآن نے اسے (حطمہ) کہا ہے جس کی آگ ستون کی مانند دل پر چڑھ جاتی ہے اور آدمی کو بھسم کر ڈالتی ہے۔ جو دولت حطمہ نہیں ہے وہ روشن سورج، تاروں بھری رات، چاند کی ٹھنڈک، عطر بیز ہوائیں اور ایک پرسکون دل ہے۔ ایسے ہی صاحبِ دل لوگ جن کو اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور ان کی تخلیقی سوچ اللہ کی سوچ ہوتی ہے۔ انہیں سب میں اللہ کا نور نظر آتا ہے۔ ان کی زندگی ایسے روشن اور پاکیزہ خیالات کا مرقع ہے جن میں کوئی کثافت نہیں ہوتی۔ لالچ اور گمراہی کے عقوبت خانوں کے دروازے ان کے اوپر بند ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی میں ایسی حلاوت ہوتی ہے جیسی حلاوت شیر خوار بچے کو ماں کی گود میں ملتی ہے۔

غلامی

جن قوموں سے ہم مرعوب ہیں اور جن قوموں کے ہم دست نگر ہیں ان کی طرز فکر کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ سائنس کی ساری ترقی کا زور اس بات پر ہے کہ ایک قوم اقتدار حاصل کرے اور ساری نوع انسانی اس کی غلام بن جائے یا ایجادات سے اتنے مالی وسائل پیدا کئے جائیں کہ ایک قوم یا ایک مخصوص ملک مال دار ہو جائے اور نوع انسانی غریب اور مفلوک الحال بن جائے کیوں کہ اس ترقی میں نوع انسانی کی فلاح مضمر نہیں ہے۔ اس لئے یہ ساری ترقی نوع انسانی کے لئے اور خود ان قوموں کے لئے جنہوں نے جدوجہد اور کوشش کے بعد نئی نئی ایجادات کیں ہیں۔ مصیبت اور پریشانی بن گئی ہے۔ مصیبت اور پریشانی ایک روز ادبار بن کر زمین کو جہنم بنا دے گی۔

خاندان

پانی کا قطرہ سمندر سے اٹھا تو بادل بن گیا۔ وہاں سے ریگستانوں میں ٹپکا تو دوبارہ فضاء میں اڑ گیا۔ باغ میں برساتا تو اس بن کر پھلوں میں جا پہنچا وہاں سے پیٹ میں آیا اور یہاں آیا تو جزو جسم بن کر قائم رہا یا جسم میں سے پھر باہر نکل گیا اور اگر دوبارہ سمندر میں جائے گا تو یہ گویا وطن پہنچ گیا۔ الغرض قطرہ آب کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہتا ہے۔ اگر پانی مرکب ہونے کے باوجود زندہ رہتا ہے تو روح کو جو بسیط ہے بدرجہ اولیٰ باقی رہنا چاہئے جس طرح آفتابی شعاعیں پیاسے ریگستان میں ٹپکے ہوئے قطروں کو ڈھونڈ کر آسمانی بلندیوں کی طرف واپس لے جاتی ہیں اسی طرح زندگی کے یہ تمام قطرے جو اجسام انسان کے خاک دانوں میں ٹپک پڑتے ہیں لامکانی وسعتوں میں دوبارہ پہنچ جاتے ہیں۔

خلوص

حضور اکرام ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے مرتبے پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہدا بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے پوچھا وہ کون خوش نصیب ہونگے یا رسول اللہ ﷺ! ”آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے۔ نہ ہی آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی لین دین تھا۔ خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہونگے۔ جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہونگے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہونگے اس وقت انہیں قضا کوئی غم نہ ہوگا۔“

ترقی یافتہ دور

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بے شمار ایجادات اور لامتناہی اور لامتناہی آرام و آسائش کے باوجود ہر شخص بے سکون، پریشان اور عدم تحفظ کا شکار ہے۔ سائنس کیوں کہ MATTER پر یقین رکھتی ہے۔ اور مادہ یا MATTER عارضی اور فکشن ہے اس لئے سائنس کی ہر ترقی، ہر ایجاد اور آرام و آسائش کے تمام وسائل عارضی اور فنا ہو جانے والے ہیں۔ جس شے کی بنیاد ہی ٹوٹ پھوٹ اور فنا ہو اس سے کبھی حقیقی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ مذہب اور لامذہب میں یہی بنیادی فرق ہے کہ لامذہبیت انسان کے اندر شکوک و شبہات، وسوسے اور غیر یقینی احساسات کو جنم دیتی ہے۔ جبکہ مذہب تمام احساسات، خیالات، تصورات اور زندگی کے اعمال و حرکات کو قائم بالذات اور مستقل ہستی سے وابستہ کر دیتا ہے۔

سعید اور شقی

اے واعظ! میں جس آقا کا غلام ہوں ان کا ارشاد ہے ”قلم لکھ کر خشک ہو گیا۔“ آج میری پیشانی پر جو فلم زندگی کی رقصاں ہے وہ میری پیدائش سے پہلے ہی ازل میں بن گئی تھی اور یہی میری تقدیر ہے اے واعظ! تیرے واعظ نصیحت کا میرے اوپر کیا اثر ہو گا۔ تو خود ازل کی لکھی ہوئی تحریر ہے۔ یہی سب بادہ و جام کی باتیں بھی ازل میں لکھی جا چکی ہیں۔ یہ شراب (زندگی) اور یہ جام (خاک) لباس سے مزین جسم قدرت کی ایسی لکیر ہے جیسے کوئی نہیں بدل سکتا۔ اے واعظ! یہ سعادت ازلی سعادت مندوں کو میسر آتی ہے۔ ازلی شقی اس کے قُرب سے محروم رہتے ہیں۔ بالا آخر وقت آئے گا کہ یہ لکیریں (لہریں) منتشر ہو جائیں گی گراویٹی (GRAVITY) کا عمل ختم ہو جائے گا اور جسم تحلیل ہو جائے گا۔

ہر جانی

سول اللہ ﷺ نے کبھی دولت جمع نہیں کی حضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا عمل یہ تھا کہ ایران و روم کی دولت کے انباران کے سامنے تھے۔ لیکن یہ قدسی نفس حضرات پچیس لاکھ مربع میل مسلم روپر حکومت کرنے کے باوجود مزدوری کر کے بچوں کا پیٹ پالتے تھے اور مزدوری سے جو کچھ بچتا تھا وہ خیرات کر دیتے تھے۔ دنیا میں دولت سے زیادہ بے وفا کوئی چیز نہیں ہے۔

دولت نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی دولت ہر جانی ہے دولت ایک ایسا بزدلانہ تشخص ہے جو دولت کو پوجتا ہے۔ دولت اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ لیکن جو بندہ دولت کی تحقیر کرتا ہے۔ سر پر رکھنے کے بجائے دولت کو پیروں کی خاک سمجھتا ہے دولت اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے۔

ہلاکت

آج کے دور کو ترقی کی معراج کا دور کہا جاتا ہے۔ اس معراج کا تجزیہ کرنے سے صاف پتا چلتا ہے کہ ترقی کے معانی ظلم و ستم کا ختم ہونا ہونے والا لا متناہی سلسلہ ہے۔ ترقی یہ ہے کہ بھوکے ننگے انسانوں کو ترقی کا فریب دے کر ان کے اوپر اپنی علمی برتری کی دہشت بٹھا دی جائے۔ دھرتی ماتا اپنے بچوں کے لئے جن وسائل کو جنم دیتی ہے انہیں ہڑپ کر کے ہلاکت خیز ہتھیار بنائے جائیں۔ بھوکے اور افلاس زدہ لوگوں سے کھربوں ڈالر چھین کر ایٹم بم بنایا جائے جو لاکھوں آدمیوں کو ایک لمحے میں لقمہ اجل بنا کر نگل لے اور پھر اس درندگی کی تشہیر کر کے اللہ کی مخلوق کو اس قابل بھی نہ رہنے دیا جائے کہ وہ اپنی بقا کے لئے کچھ سوچ سکے اور اپنی نسل کی حفاظت کے لئے کچھ کر سکے۔

مسخ چہرے

آج ہم جانتے ہیں کہ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ تہذیبیں اسی زمین پر ظاہر ہوئیں۔ اور اس طرح معدوم ہو گئیں کہ صرف آثار باقی رہ گئے۔ جب ہم ان عوامل کا کھوج لگاتے ہیں جو ان کی مکمل تباہی میں کار فرما ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات کھل کر آتی ہے کہ جن لوگوں کا رشتہ دنیا سے مستحکم اور اپنی روح سے کمزور ہو گیا بالاخر ان کے اوپر حرص اور لالچ غالب آ گیا۔ ایسی قوموں کا مقصد زندگی صرف اور صرف دنیا کا حصول بن جاتا ہے۔ اور کبھی نہ ختم ہونے والی حرص اور ہوس کی دوڑ میں پورا معاشرہ اس طرح گرفتار بلا ہو جاتا ہے کہ کوئی صورت باہر نکلنے کی باقی نہیں رہتی تو قومیں تباہ اور برباد کر دی جاتی ہیں یا پھر ان کے چہرہ مسخ ہو جاتے ہیں۔

مایا جال

کتنی عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ساری زندگی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سامان دنیا اپنے گرد اکٹھا کیا، ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کے نام بھی فراموش کر دیئے۔ دوسری طرف وہ پاکیزہ لوگ ہیں جن کے ذکر پر آج بھی پیشانیاں عقیدت و محبت کے جذبات سے جھک جاتی ہیں جب تک یہ لوگ عوام میں موجود رہے حق کی شمع بن کر فروزاں رہے اور جب پس پردہ چلے گئے تب بھی ان کا تشخیص لوگوں کے سامنے رہا اس لئے کہ انہوں نے ذاتی غرض اور خود پسندی کو بالائے طاق رکھ دیا تھا، مایا جال ان کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکا۔ ان سعید رُوحوں نے یہ راز جان لیا تھا کہ خود سے گزرے بغیر خدا نہیں مل سکتا۔

ماں باپ

”اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔“

محسن کی شکر گزاری اور احسان مندی شرافت کا اولین تقاضا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے وجود کا محسوس سبب ”ماں باپ“ ہیں جن کی پرورش اور نگرانی میں ہم پلتے ہیں۔ بڑھتے اور شعور کو پہنچتے ہیں، اور جس غیر معمولی قربانی اور، بے مثال جانفشانی اور انتہائی شفقت اور ایثار سے وہ اولاد کی دیکھ بھال اور ترتیب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہمارا دل ان کی عقیدت و احسان مندی اور عظمت و محبت سے سرشار ہو اور ہمارے جسم کا رُواں رُواں ان کا شکر گزار ہو۔ اللہ نے اپنی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ والدین کی شکر گزاری کی تاکید کی ہے۔

کبر و نخوت

گر جاگھر، آتش کدہ یا مسجد کا وجود یا ان میں یا ان کے ماننے والوں میں اختلاف اور واعظ میں دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کا عمل آخر کب تک جاری رہے گا۔ اے کاش! ان لوگوں پر قدرت کے وہ راز کھل جائیں جو خالق نے اپنے خاص بندوں کو بتادیئے ہیں جن لوگوں کی پیشانی روشن تھی اور ماتھے پر سجدے کا نشان تھا ان کے چہرے چمک دمک سے معمور تھے جب انہیں مٹی میں دفن کیا گیا تو مٹی نے انہیں مٹی ہی بنا دیا۔ کیسے کیسے چاند اور سورج اس زمین میں دفن ہو چکے ہیں۔ ہم ان کا شمار بھی نہیں کر سکتے۔ چند دنوں کی اس عارضی دنیا میں جو آدمی کبر و نخوت کی تصویر بنا پھرتا ہے۔ بالآخر اسے بھی موت مٹی کے ذروں میں تبدیل کر دے گی اور لوگ مٹی کے یہ ذرے اپنے پیروں میں روندتے پھریں گے۔

کاشت

خالق کائنات نے اس دنیا کو محبت، خوشی، مسرت و شادمانی اور ایثار کا گہوارہ بنایا تھا اور آج بھی دنیا کی ہر شے دیدہ بینا کو مسرت اور خوشی مہیا کرتی ہے۔ خوبصورت خوبصورت رنگ برنگ چڑیاں، فطرت کے شاہد مناظر، پانی کا اتار چڑھاؤ، پہاڑوں کی بلندی، آسمانوں کی رفعت، پھولوں کا حسن، درختوں کی قطاریں، تاروں بھری رات، روشن روشن دن، ماں کی آنکھوں میں محبت کی چمک، بچے کا مچلنا اور کلکاری بھرنا، بہن کی پاکیزگی، بھائی کا اخلاص، بیٹی کا تقدس، باپ کی شفقت یہ سب بلاشبہ نوع انسانی کے لئے خوشی اور شادمانی کا سامان ہیں۔ ایک ماں کی طرح زمین بھی یہی چاہتی ہے کہ اس کی اولاد پر مسرت زندگی گزارے۔ زمین کو دوزخ نہ بنا ڈالے۔ اس کے اوپر پھولوں کی بجائے انگاروں کی کاشت نہ کی جائے۔

قانون

ایک انسان دوسرے انسان میں اپنے ادارے اور اختیار سے جذب ہو جاتا ہے لیکن سنٹی میٹر کے ہزاویں حصے کے برابر خلا نہ ہونے کے باوجود دونوں انسان الگ الگ رہتے ہیں۔ خود کو الگ الگ محسوس کرتے ہیں قانون یہ بنا کہ مقداروں میں تعین ہی انفرادیت قائم کرتا ہے۔ کوئی انسان اس تخلیقی قانون کو توڑ نہیں سکتا۔ جس طرح ایک انسان ادراک رکھتا ہے اسی طرح مال و زر اور دولت بھی ادراک رکھتی ہے۔ جب کوئی انسان دولت کے تشخص سے فرار اختیار کرتا ہے تو مقداروں کے قانون کے مطابق توازن برقرار رکھنے کے لئے دولت اس کے پیچھے بھاگتی ہے اور جب کوئی انسان دولت کے پیچھے بھاگتا ہے تو دولت اس کے ساتھ بے وفائی کرتی ہے اور عذاب بن کر اس کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے۔

قیام

آبادی میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو بیمار ہو نایامرنا چاہتا ہے اگر زندہ رہنا اختیاری ہے تو دنیا میں کوئی آدمی موت سے ہم آغوش نہ ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس زندگی کے بنیادی عوامل اور وہ تمام حرکات جن پر زندگی رواں دواں ہے انسان کے لئے اختیاری نہیں ہے۔ اگر ہم بنیاد پر غور کریں تو زندگی اس وقت شروع ہوتی ہے جب آدمی پیدا ہوتا ہے جبکہ پیدائش پر ان کا کوئی اختیار نہیں ہے لاکھوں سال کے طویل عرصے میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے ارادے اور اختیار سے پیدا ہو گیا ہو۔ پیدا ہونے والا ہر فرد ایک وقت معینہ کے لئے اس دنیا میں آتا ہے اور جب وہ وقت پورا ہو جاتا ہے تو آدمی ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس دنیا میں مزید قیام نہیں کر سکتا۔

غفلت

قرآن کہتا ہے ”زمین و آسمان میں اہل ایمان کے لئے حقائق و بصائر موجود ہیں۔“ یعنی اہل ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ زمین و آسمان کی حقیقتوں اور زمین و آسمان کے اندر موجود تخلیقات کے فارمولوں (EQUATION) پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے ان کے مشاہدے کی طاقت کہ کائناتی نظاموں کی نقاب کشائی کرتی ہے۔ قرآن بار بار اعلان کرتا ہے کہ یہ نشانیاں ایمان والوں کے لئے ہیں، مفہوم یہ ہے کہ نشانیاں تو سب کے لئے ہیں مگر انسانوں میں صرف ایمان والے لوگ ہی اللہ کی نشانیاں، آیتوں، حکمتوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ غفلت اور جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ جو جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔ ضدی اور ہٹ دھرم جو ”میں نہ مانوں“ کی زندہ متحرک تصویر ہیں۔ ان کے لئے اللہ کی نشانیاں کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

مٹی کے ذرات

ہر آدمی جو ذرا بھی شعور رکھتا ہے ہر وقت اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ مر رہا ہے، ایک لمحہ مرتا ہے تو دوسرا لمحہ پیدا ہوتا ہے۔ دن مرتا ہے تو رات پیدا ہوتی ہے، بچپن مرتا ہے تو لڑکپن پیدا ہوتا ہے، لڑکپن مرتا ہے تو جوانی پیدا ہوتی ہے اور جوانی مرتی ہے تو بڑھاپا پیدا ہوتا ہے اور جب بڑھاپا مرتا ہے تو خوبصورت مورتی کا ایک ایک عضو مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہڈیاں جس کے اوپر انسانی ڈھانچے کا دار و مدار ہے راکھ بن جاتا اور جس دماغ کے اوپر انسان اکڑتا ہے، دوسروں کے اوپر ظلم کرتا ہے، خود کو خدا کہنے لگتا ہے اس کو بھی مٹی کھا جاتی ہے اور مٹی کے ذرات کے بنے ہوئے اس جیسے دوسرے انسان اس دماغ کو اپنے پیروں تلے روندتے ہیں۔

علم طبعی

علم حضوری کے علاوہ کوئی علم حقیقی نہیں اس لئے کہ یہ علم الہی ہے انسان کا حافظہ اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ علم حضوری کی کسی ایک طرز کو بھی اپنے اندر محفوظ کر لے چنانچہ لوح محفوظ سے پھیلنے والا نور انسان کو اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ تو اپنی غرض و مطلب برآری کے لئے نقطہ نظر سے کام لے کر ان اطلاعات کو نو سونناوے (۹۹۹) فی ہزار رو رد کر دیتا ہے۔ ایک فی ہزار کو مسخ کر کے، توڑ مروڑ کے حافظہ میں رکھ لیتا ہے۔ یہی مسخ شدہ اور بگڑے ہوئے خدو خال اس کے تجربات کا، مشاہدات کا، عادات و حرکات کا سانچہ بن جاتے ہیں۔ یہ ہے انسان کا تمام کارنامہ اور اس کی متعین کردہ اور فرض کردہ سمتیں فارمولے اور اصول۔ ان ہی خرافات کے بارے میں وہ بار بار یہ کہتا رہتا ہے کہ یہ ہے میرا تجربہ، یہ ہے میرا مشاہدہ یہ ہے علمی طبعی۔

قتیل

زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ہم ایسی چیز کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ جس میں مسرت کا پہلو نمایاں ہو۔ چونکہ ہم غم زدہ اور پر مسرت زندگی گزارنے کے قانون سے نہ واقف ہیں اس لئے زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ ہم مسرت کی تلاش میں اکثر و بیشتر غلط سمت قدم بڑھاتے رہتے ہیں، اور ناواقفیت کی بنا پر اپنے لئے ایسا راستہ منتخب کرتے ہیں جس میں تاریکی۔ بے سکونی اور پریشانیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کون سا راستہ ہے جس راستے پر مسرت کی روشن قندیلیں اپنی روشنی بکھیر رہی ہیں۔ وہ کونسی فضاء ہے جس میں شبنم موتی بن جاتی ہے۔ وہ کون سا ماحول ہے جو معطر اور پرسکون ہے۔ وہ کونسی خوشبو ہے جس سے شعور روشن ہو جاتا ہے۔

بے ثباتی

دنیا میں ہر وقت اللہ کے ایسے بندے موجود رہتے ہیں جو شہود اور باطنی نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔ جب وہ دنیا میں اکثریت کے عمل کا تجزیہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ لوگ چند روزہ زندگی کو اصل زندگی سمجھتے ہوئے ہیں۔ لیکن جلد ہی اس کی وجہ بھی ان کی نظر میں آجاتی ہے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ بے خودی خودی سے اور موت زندگی سے اعلیٰ تر ہے لیکن دنیا کے باسیوں پر عدم کا یہ راز روشن نہیں ہے اصل زندگی تو وہی ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس مخفی راز کی وجہ سے ہی دنیا میں آدم کی دلچسپی قائم ہے۔ اگر آدم زاد پر دنیا کی بے ثباتی روشن ہو جائے تو عمار ضعی زندگی اور دنیا سے دل اُچاٹ ہو جائے گا۔

آزاد طرز فکر

ہر انسان کے اندر سطحی اور گہری سوچ موجود ہے تفکر جب گہرا ہوتا ہے تو بجز اس کے کوئی بات سامنے نہیں آتی کہ ہر آدمی جنت اور دوزخ ساتھ لئے پھرتا ہے اور اس کا تعلق طرز فکر سے ہے۔ طرز فکر آزاد اور انبیاء کے مطابق ہے تو آدمی کی ساری زندگی جنت ہے۔ طرز فکر میں ابلت ہے تو تمام زندگی دوزخ ہے۔

KSARS

ٹوٹ پھوٹ

نسلی اعتبار سے ہمارے بچے جس مذہب کے پیروکار ہیں انہیں اس مذہب میں سکون نہیں ملتا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ سکون ایک ایسی حقیقت ہے جس کے ساتھ پوری کائنات بندھی ہوئی ہے حقیقت فکشن نہیں ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بندے کے اندر وہ کون سی طاقت ہے جو ٹوٹ پھوٹ، گٹھنے بڑھنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہے وہ طاقت وہ ہستی ہر بندے کی اس کی اپنی روح ہے۔ نسلی اعتبار سے اگر ہم اپنے بچوں کو ان کے اندر موجودہ روح سے آشنا کر دیں تو وہ خدا کے دوست بن جائیں گے۔ زندگی کی ذہنی جسمانی اور روحانی تمام مسرتیں ان کو مل جائیں گی۔

لہو لہو

شگلوف اور خار، پھول اور کانٹے اپنی ذات میں ایک محسوساتی رد عمل ہیں۔ رد عمل طرز فکر کی نشاندہی کرتا ہے۔ طرز فکر میں ایمان، یقین، مشاہدہ موجود ہے تو آدم کی اولاد سکون آشنا ہے۔ طرز فکر میں بے یقینی شک اور کور چششی ہے تو زندگی کانٹوں بھری ایک تیج ہے۔ ہر کروٹ لہو لہو اور ہر سانس فنا ہے۔

KSARS

ایک لاکھ چوبیس ہزار

دنیا میں جتنے عظیم لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی مسئلہ سے دوچار ہیں لیکن وہ اس نقطے سے باخبر ہوتے ہیں کہ مسائل اس وقت تک مسائل ہیں جب تک انسان ذہنی سکون زندگی سے آشنا ہے۔ ان لوگوں کے اوپر سے مسائل و تکالیف کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔ جو اللہ کی مخلوق کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصیب العین بنالیتے ہیں۔ کسی ایسے شخص کی خدمت کیجئے جو نادار ہے، ضرورت مند ہے پھر دیکھئے کہ آپ کو کتنا سکون ملتا ہے دوسروں کی مدد کرنا اور ان کے کام آنا انسانیت کی معراج ہے اور یہی وہ مشن ہے جس کو عام کرنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے۔

ضمانت

جسمانی خوشیاں اور غم عارضی ہیں۔ یہ اس لئے کہ مادی جسم فانی ہے۔ جسم فنا ہوتا ہے تو جسم سے متعلق ہر حرکت فنا ہو جاتی ہے رُوح لافانی ہے۔ اس لئے ہر وہ چیز جو رُوح سے متعلق ہے۔ لافانی ہے۔ رُوحانی آگہی کی تکمیل کے نتیجے میں جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ ہمیشہ کی مسرت اور آرام کی ضامن ہے۔

KSARS

ایک ذات

اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے۔ اس کے اندر اپنی صفات کا علم پھونکا ہے اس کو اپنی صورت پر تخلیق کیا ہے۔ نائب کا مفہوم یہ نہیں۔ نائب کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اگر ایک مملکت کا صدر اپنے اختیارات کو استعمال کرنے میں کاغذ قلم کا محتاج نہ ہو تو اس کا نائب اختیارات استعمال کرنے میں کاغذ قلم کا محتاج ہو۔ اللہ وسائل کی محتاجی کے بغیر حاکم ہے تو اس کا نائب بھی وسائل کا دستِ نگر نہیں ہوتا۔ جس طرح خدا نے ”کن“ کہہ کر کائنات کو وجود بخشا ہے، خدا کا نائب بھی اپنے ذہن کو حرکت دے کر خدا کی تخلیق میں تصرف کر سکتا ہے۔ کیوں کہ اللہ کا نائب اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ کائنات میں موجود تمام مظاہر ایک ہی ذات سے ہم رشتہ ہیں۔

پہلا اسکول

آپ کا رفیق حیات یا آپ کا رفیق سفر اگر دینی یا دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہے دونوں بچوں کی بہترین تربیت کر سکتے ہیں، بچے کا پہلا گہوارہ ماں کی آغوش اور باپ کی گود ہے دونوں اگر اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں گے تو بچوں کی تربیت اور سدھار کے لئے گھر تعلیم و تربیت کا پہلا اسکول بن جائے گا۔

امانت

اولیاء اللہ کی گفتگو اسرار و رموز اور علم عرفان سے پُر ہوتی ہے اور ان کی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ معرفت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کے ملفوظات اور واردات روحانیت کے راستے پر چلنے والے سالکین کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو اور ان کے الفاظ پر ذہنی مرکزیت کے ساتھ تفکر کیا جائے تو کائنات کی ایسی مخفی حقیقتیں منکشف ہوتی ہیں جن کا انکشاف اور مشاہدہ انسان کو اس امانت سے روشناس کر دیتا ہے جس کو سموات، ارض، جبال نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اس امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے، اگر ہم یہ امانت اپنے کندھوں پر اٹھالی تو ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

دوستی

اگر ہم کسی شخص سے قربت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی وہی کرنا ہو گا جو ہمارا مطلوب کرتا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے دوستی اور قربت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی وہی کرنا ہو گا جو اللہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر وقت اور ہر آن اپنے مخلوق کی خدمت میں مشغول ہے۔

KSARS

پھول

جہاں تک طویل انتظار کا تعلق ہے، کائنات کے تخلیقی فارمولوں پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر گزرنے والا لمحہ آنے والے لمحے کے انتظار کا پیش خیمہ ہے، انتظار بجائے خود زندگی ہے۔ بچپن سے لڑکپن، لڑکپن سے جوانی اور جوانی بڑھاپے کے انتظار میں گزرتی ہے۔ اگر آج پیدا ہونے والے بچے کے زندگی میں آنے والے ساٹھ سالوں پر محیط بڑھاپا چپکا ہوا نہ ہو تو پیدا ہونے والا بچہ پنگوڑے سے باہر نہیں آئے گا، لاشعوری نشوونما رک جائے گی، کائنات ٹہر جائے گی چاند سورج اپنی روشنی سے محروم ہو جائیں گے۔ جب ہم اپنی زمین میں کوئی بیج ڈالتے ہیں تو یہ دراصل انتظار کے عمل کی شروعات ہے کہ یہ بیج پھول کھلائے گا۔

پرندے

اللہ کی شان کریمی ہے کہ جب آسمان پر پرندوں کا غول دانہ چگنے کے لئے اپنے بچوں اور گردن کو کشش ثقل کے تابع کرتے ہوئے زمین کی طرف آتا ہے تو اس سے پہلے کے زمین پر پیر لگے ان کی غذائی ضروریات تخلیق ہو جاتی ہیں اربوں کھربوں پرندے روزانہ اپنی غذا حاصل کر لیتے ہیں۔

KSARS

حقوق

ماں باپ اولاد کی تمنا کرتے ہیں اور ماں مہینوں ایک نئی زندگی کو اپنے وجود میں پروان چڑھاتی ہے پیدائش کے بعد بھی اولاد اور ماں کا رشتہ نہیں ٹوٹتا اور ماں ہر وقت اولاد کی خدمت پر کمر بستہ رہتی ہے۔ خود دن رات تکلیفیں اٹھاتی ہے لیکن اولاد کے آرام و آسائش میں کمی نہیں آنے دیتی۔ اولاد کو ذرا سی تکلیف میں دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف باپ رزق کے حصول کے لئے صبح نکلتا ہے اور شام کو گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اپنی پوری توانائی سے اولاد کے لئے سامان خورد و نوش کا انتظام کرتا ہے یہی وہ عظیم احسانات ہیں جن کی وجہ سے اولاد کے اوپر والدین کے حقوق عقائد ہوتے ہیں۔

ہمارا ورثہ

قرآن سائنسی فارمولوں کی ایک دستاویز ہے۔ اس کی مقدس آیات میں تفکر کیا جائے تو ہم خلائی تسخیر میں ایک ایسا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جہاں سائنس دان کھربوں ڈالر خرچ کر کے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق تسخیر کائنات ہمارا ورثہ ہے۔

تلاش

اے آدم زاد! تیرے لئے قدرت اتنی رحیم و کریم ہے کہ اس نے ہر موڑ پر تیرے لئے معافی کے دروازے کھول دیئے اور تجھے اپنے دامنِ عافیت میں لینے کے لئے قلندروں کا ایک سلسلہ قائم کیا۔ اے کاش تو سوچتا کہ تو نے کیا کھویا ہے، کیا پایا ہے۔ اے آدم و حوا کی نافرمان اولاد! تو نافرمانی کے گندے تالاب میں غرق آب ہے جہاں دنیا اور دین کا ایسا خسارہ ہے جو انسانی بد نصیبی کا کردہ داغ ہے۔ آؤ اپنی اس میراث کو تلاش کریں جس کے متحمل سموات اور ارض اور پہاڑ بھی نہیں ہو سکے، وہ میراث جس کے سامنے آسمان، زمین، ستارے، شمس و قمر سب مسخر ہیں۔ یہ امانت مادے کے خول سے ماوراء ہماری روح کے اندر موجود ہے۔

محبت

اللہ کہتا ہے، میں چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے محبت کے ساتھ مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔ محل نظریہ بات ہے کہ اللہ خود کہتا ہے ”میں نے محبت کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔“ یعنی اللہ کو پہچاننے کا واحد ذریعہ محبت ہے اور اللہ سے دور کرنے والا جذبہ محبت کے برعکس نفرت ہے۔

KSARS

جنت دوزخ

جنت کے باسی وہ لوگ ہیں جن کے سروں پر اللہ نے اپنا دستِ شفقت رکھ دیا ہے جن لوگوں پر اللہ نے اپنا دستِ شفقت رکھ دیا ہے وہ اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ خوف، غم، پریشانی سے بے نیاز ہے۔ اس لئے اللہ کے دوست میں اللہ کی صفت کا عکس نمایاں ہو جاتا ہے اور اسے نہ خوف ہوتا ہے نہ غم ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے دوست نہیں ہیں جنت کی فضاء انہیں کبھی قبول نہیں کرے گی۔ وہ دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ اگر کسی کے اندر خوف اور غم ہے تو وہ اللہ کے بیان کردہ قانون کے مطابق اللہ کا دوست نہیں ہے۔ اور جو بندہ اللہ کا دوست نہیں ہے جنت اسے رد کر دیتی ہے۔

وجود

انسان کے وجود میں ایک وجود (مادی جسم) پر ہر لمحہ اور ہر آن موت وارد ہوتی رہتی ہے۔ جس لمحے موت وارد ہوتی ہے اسی لمحہ ایک نیا وجود تشکیل پا جاتا ہے۔ یہ وجود لمحہ بہ لمحہ حیات ہے۔ دوسرا وجود (روح) وہ ہے جس پر لمحات، گھنٹے، دن اور ماہ سال اثر انداز نہیں ہوتے۔

KSARS

دوئی

یہ دنیا دوئی کی دنیا ہے دنیا کا کوئی کردار بھی اس دوئی سے آزاد نہیں ہے موسم کا گرم و سرد میں تبدیل ہونا، خوشی کے اوپر غم کا سایہ اور غم کے اوپر خوشی کا غلبہ، عزت لمحہ بھر بعد بے عزتی، صحت بیماری، محبت نفرت رات کا دن میں سے نکلنا اور دن کا رات میں داخل ہونا سب دوئیاں دراصل ہر کردار کے متضاد پہلو ہیں۔ دوئی کی دنیا میں جب تک اس تضاد کو نہیں سمجھا جائے گا کسی چیز کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

ہر انسان پیدائش سے لیکر بڑھاپے تک تجربات کی ایک دستاویز ہے اس دستاویز میں بھلائی سرائیت کر گئی تو دستاویز قیمتی اور فائدے مند ہے۔ راگ و پے میں برائی رچ بس گئی ہے تو دستاویز بھونڈی اور بھیا نک ہے۔

ناجئے نا اٹھے

یہ ساری دنیا ایک لمحہ میں قید ہے۔ اور اس ایک لمحاتی دنیا کے اصول کے مطابق آدم کو ایک گھڑی مستعار ملی ہے اگر یہ زندگی محض بے کار باتوں میں گذر گئی تو ساری دنیا ہی گذر گئی ہم نہ پیدا ہوئے، نہ جئے، نہ اُٹھے، نہ بیٹھے، نہ کچھ کیا، نہ کچھ سمجھا۔ گویا ایسے آئے کہ آئے ہی نہ تھے۔

ڈولفن

انسان ایک چکرنی سینڈ کی آواز کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے لیکن ایک ہزار چکرنی سینڈ سے زیادہ چکر کی آواز کی لہروں کو انسانی کان سن نہیں سکتے اس کے برعکس کتے، بلیاں اور لومڑیاں ساٹھ ہزار چکرنی سینڈ کی آوازیں سن سکتی ہیں۔ چوہے، چگاڈر، وہیل اور ڈولفن ایک لاکھ چکرنی سینڈ کی آوازیں سن سکتے ہیں۔ مچھلیاں بھی سمندر میں انتہائی مدہم ارتعاش کو محسوس کر لیتی ہیں۔

انسان میں دیکھنے کی حد (Range) بہت کم ہوتی ہے۔ جبکہ شہد کی مکھی ماورائی بنفشی شعاعیں (ULTRAVIOLET RAYS) دیکھ سکتی ہے۔ انسان کے مقابلے میں شاہین کی آنکھ کسی چیز کو آٹھ گناہ بڑا دیکھتی ہے۔

ندامت

اچھے یا برے عمل کی پہچان یہ ہے کہ ایک عمل کرنے سے ضمیر خوش ہوتا ہے اور اس کے اندر سکون اور اطمینان کی لہریں موجزن ہو جاتی ہیں۔ اور عمل کی دوسری پہچان یہ ہے کہ ضمیر ناخوش ہوتا ہے اور انسان یہ عمل کر کے ندامت محسوس کرتا ہے۔

KSARS

شعلے

آگ کے شعلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک طرح کے شعلوں سے ہر چیز خاکستر ہو جاتی ہے اور دوسری طرح کے شعلوں سے ہر چیز کے اندر زندگی دوڑنے لگتی ہے۔ آدم زاد جب خیر کی روشنیوں سے اپنی آبیاری کرتا ہے تو یہ بھڑکتے شعلے گل و گلزار بن جاتے ہیں اور آدم زاد جب شر کے خمیر سے اپنی آبیاری کرتا ہے تو یہ شعلے اسے جہنم کی آگ میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ خیر و شر کیا ہے؟ طرز فکر کے دو نام ہیں۔ طرز فکر میں اگر بندگی اور اللہ کے ساتھ محبت ہے تو یہ خیر ہے طرز فکر میں اگر غیر اللہ کی محبت ہے تو یہ شر ہے۔ خیر قائم بالذات جلّ جلالہ اور شر قائم بالشیطان ہے۔ خیر کی تعریف یہ ہے کہ اللہ اسے پسند کرتا ہے، اس کے برعکس شر یہ ہے کہ اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔

منافقت

ریاکار، دھوکے باز اور مطلب پرست شخص کے اندر منافقت پیدا ہو جاتی ہے اس کے اندر وسوسوں کا عفریت داخل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں آدم زاد جو فرشتوں کا مسجود ہے اپنی ذات سے نا آشنا ہو کر دوسروں کا محکوم بن جاتا ہے۔

KSARS

زینت

زاهدانہ زندگی یہ نہیں ہے کہ آدم خواہشات کو فنا کر کے خود فنا ہو جائے۔ آدمی اچھا لباس پہننا ترک کر دے، پھٹا پڑا نہ پیوند لگا لباس پہننا ہی زندگی کا اعلیٰ معیار قرار دے لے تو دنیا کے سارے کارخانے اور تمام چھوٹی بڑی فیکٹریاں بند ہو جائیں گی اور لاکھوں کروڑوں لوگ بھوک زدہ ہو کر ہڈیوں کا پنجر بن جائیں گے۔ اللہ نے زمین کی کوکھ سے وسائل اس لئے نہیں نکالے کہ ان کی بے قدری کی جائے ان کو استعمال نہ کیا جائے۔ اگر روکھا سوکھا کھانا ہی زندگی کی معراج ہے تو بارشوں کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ نے رنگ رنگ پھولوں، پتوں، درختوں، پھلوں کو ہساروں اور آبیشاروں سے زمین کو زینت بخشی ہے۔

مقدر

اے خدا! تیرے میکدے میں یہ کیسی بیداد ہے کہ سارے مہینے روزے رکھنے کے بعد بھی ہمیں معرافت کی شراب نہیں ملی جب کہ خود تیرا کہنا ہے کہ ”روزے کی جزا میں خود ہوں“ جب اس مہینے میں بھی تیرا دیدار نصیب نہیں ہوا کیا سارے سال مصیبتوں کی آندھیاں میرا مقدر نہیں بن جائیں گی؟

KSARS

وسائل

حیوانات کی نوع میں دوسری نوعوں کی طرح ایک نوع آدمی بھی ہے لیکن جب کسی بندے کا تعلق اللہ سے قائم ہو جاتا ہے تو وہ جانوروں کے گروہ سے نکل کر انسان بن جاتا ہے اور انسانوں کی فہم و فکر یہ ہوتی ہے کہ وہ برملا پکار اٹھتے ہیں ہما جینا، ہمارا امر مناسب اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی یقینی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا تھا تو پوچھ کر پیدا نہیں کیا تھا۔ دنیا میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں ہے جو اپنی مرضی سے پیدا ہوا ہو یا اپنی مرضی سے ہمیشہ زندہ رہے۔ ہم ان ہی وسائل سے استفادہ کرتے ہیں جو ہمارے لئے پہلے سے تخلیق کر دیئے گئے ہیں۔

گمراہی

بندہ کا سانس خالص شراب کا ایک گھونٹ ہے۔ سوچ کی گہرائی بتاتی ہے کہ ساری دنیا ہی خالص شراب ہے شراب کا یہی ایک گھونٹ زندگی میں پنہاں اسرار کو منکشف کر دیتا ہے، بندہ چاہے تو اُسے مستی قلندری میں گزار دے چاہے خود کو گمراہی میں دفن کر دے۔

KSARS

آسمانی کتابیں

زمین پر بسنے والا ہر آدمی جب تذکرہ کرتا ہے تو کہتا ہے میں مسلمان ہوں، میں ہندو ہوں، میں پارسی ہوں، میں عیسائی ہوں حالانکہ انسان کی اصل "روح" کا کوئی نام نہیں رکھا جاسکتا۔ روشنی ہر جگہ روشنی ہے چاہے وہ عرب میں ہو، عجم میں ہو یا یورپ میں ہو یا ایشیا کے کسی حصے میں ہو۔ اس دنیا میں جو بھی پیغام آیا ہے وہ اپنے الفاظ کے ساتھ قائم ہے۔ عیسائیوں کے لئے بائبل کے الفاظ مذہب کا درجہ رکھتے ہیں اور مسلمان کے لئے قرآن مذہب کا پیش رو ہے۔ ہندو بھگوت گیتا کے الفاظ کی عبادت کرتے ہیں۔ سب آسمانی کتابیں دراصل خدا کے برگزیدہ بندوں کی وہ آوازیں ہیں جو روشنی بن کر تمام عالم میں پھیل گئی ہیں۔

لطیف

انسان خالصتاً اللہ جب کوئی کام کرتا ہے تو اسے ایک بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ خوشی اس کے اندر سما جاتی ہے جو اس کی روح کے کونے کونے کو منور کر دیتی ہے۔ اس خوشی سے اس کی روح اتنی ہلکی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے جسم کو لطیف محسوس کرتا ہے۔

KSARS

نونہال

اخبارات کے پورے پورے کالم اور کئی کئی سو صفحات کی کتابیں لکھی جا رہی ہیں کہ ان سے نوجوان نسل کی اصلاح مقصود ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رشد و ہدایت کے ان طوفان خیز دعوؤں کے ساتھ اگر نوجوان کے نسل کے بڑوں نے اپنی اصلاح نہیں کی تو حالات نہیں سدھریں گے۔ ہم یہ بات کیوں بھول رہے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا ذہن سادہ ورق کی طرح ہوتا ہے۔ وہ وہی عادات و اطوار اختیار کرتا ہے جو ماحول میں رائج ہیں ایک فرد واحد بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ بچہ وہی زبان بولتا ہے جو اس کے ماں باپ بولتے ہیں۔ دراصل ہمارے نونہال من حیث القوم ہمارے کردار کی منہ بولی تصویریں ہیں۔

کائناتی حقیقت

بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان غیر حقیقی کہہ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اور واہمہ یا خواب و خیال کہہ کر نظر انداز کر دیتا ہے حالانکہ کائنات میں کوئی شے فاضل اور غیر حقیقی نہیں ہے۔ ہر خیالی اور ہر واہمہ کے پس پردہ کوئی نہ کوئی کائناتی حقیقت ضرور کار فرما ہوتی ہے۔

نصیحت

اللہ کے مشن (دین) کو پھیلا ناہر امتی پر فرض ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے پہلے خود اپنا عرفان حاصل کریں۔ خود آگاہی اور اپنی ذات کا عرفان ایسی روحانی کامیابی ہے جس کے ذریعے انسان اپنی دعوت کا سچا نمونہ بن جاتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے عمل و کردار سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ جب وہ دینی اور روحانی مشن کو عام کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دیتا ہے تو پہلے خود اس کی مثال قائم کرتا ہے۔ خدا کو یہ بات انتہائی ناگوار گزرتی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے والے خود بے عمل ہوں۔ نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے عمل دعوت دینے والوں کو انتہائی ہولناک عذاب سے ڈرایا ہے۔

عظمت

تمہیں کسی ذات سے تکلیف پہنچ جائے تو اُسے بلا توقف معاف کر دو اس لئے کہ انتقام بجائے خود ایک صعوبت ہے۔ انتقام کا جذبہ اعصاب کو مضحل کر دیتا ہے۔ تم اگر کسی کی دل آزاری کا سبب بن جاؤ تو اس سے معافی مانگ تو قطع نظر اس کے کہ وہ تم سے چھوٹا ہے یا بڑا، اس لئے کہ جھکنے میں عظمت پوشیدہ ہے۔

KSARS

مساوات

حقوق العباد یہ ہے کہ انسان اس بات کا یقین رکھے کہ ساری نوعیں اللہ کا ایک کنسبہ ہے اور میں خود اس کنسبے کا ایک فرد ہوں۔ جس طرح کوئی انسان اپنی فلاں و بہبود اور اپنی آسائش کے لئے اصول وضع کرتا ہے اسی طرح ہر انسان پر یہ فرض عائد ہے کہ وہ اپنے بھائی کی آسائش و آرام کا خیال رکھے۔ انبیاء اور اہل اللہ کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات مظہر بن کر سامنے آتی ہے کہ تمام انبیائے کرام اور تمام اہل اللہ نے مخلوق کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ اللہ کی، مخلوق کی خدمت کا سچا اور مخلصانہ جذبہ انسان کے اندر محبت، اخوت، مساوات کو جنم دیتا ہے۔

ہدایت

قرآن ان لوگوں کو ہدایت بخشتا ہے جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں اور یقین کی تعریف یہ ہے کہ آدمی کے اندر باطنی نظر کھل جاتی ہے اور غیب اس لئے مشاہدہ بن جاتا ہے۔ جب تک مشاہدہ عمل میں نہ آئے یقین کی تعریف پوری نہیں ہوتی۔

KSARS

محروم

صورت حال کچھ یوں ہے کہ لوح محفوظ میں انفرادی زندگی بھی نقش ہے اور قومی زندگی بھی نقش ہے۔ انفرادی حدود میں کوئی بندہ جب کوشش اور جدوجہد کرتا ہے تو اس کے اوپر انفرادی فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔ قومی اعتبار سے ایک دو، چار دس بندے جب کوشش کرتے ہیں تو اس جدوجہد اور کوشش سے پوری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لوح محفوظ پر یہ بھی لکھا ہوا ہے جو قومیں خود اپنی حالت بدلنے کے لئے کوشش کرتی ہیں ان کو ایسے وسائل مل جاتے ہیں جن سے وہ معزز و محترم بن جاتی ہیں اور جو قومیں اپنی حالت میں تبدیلی نہیں چاہتیں وہ محروم ہو کر ذلیل زندگی گزارتی ہیں۔

علم و آگہی

جس فرد کے دل میں شک جاگزیں ہوں وہ اللہ کا عارف کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ شک شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ آدم زاد کو اپنی رُوح سے دور کر دیتا ہے۔ روحانی قدروں سے دوری آدمی کے اوپر علم و آگہی کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

KSARS

مہر

ماورائی علوم سیکھنے والے ہر طالب علم کو یہ بات پوری طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مخصوص نظریات کی حد بندیاں، کٹ جتی، انتہاء پسندی اور خود کو کسی ایک دو یا زیادہ علوم میں یکتا سمجھنا ناقص طرزِ فکر ہے۔ اور ناقص طرزِ فکر انسان کو یکسوئی اور آزاد ذہن ہونے سے محروم کر دیتی ہے اور جب کوئی بندہ اس نعمت سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کے دل و دماغ پر شک اور وسوسے آکاش بیل بن کر پھیل جاتے ہیں۔ یہی وہ المناک صورت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”مہر کی اللہ نے ان دلوں اوپر اور ان کے کانوں کے اوپر اب کی آنکھوں کے اوپر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔“

سعادت

مٹی کی صورتیں ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں اے آدم زاد! تو کیوں خود فراموشی کے جال میں گرفتار ہے؟ یہ سب مٹی ہے جو ٹوٹ کر بکھر کر ریزہ ریزہ ہو کر نئے نئے روپ میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ تو کیوں مٹی کے سامنے شکست خوردہ نہیں ہو جاتا۔ اس شکست میں تیرے لئے سعادت ہے کہ کبر و نخوت سے بچ جائے گا۔

KSARS

لیل ونہار

ہمیں پوری سنجیدگی کے ساتھ متانت اور بربادی کے ساتھ یہ سوچنا ہوگا کہ مرنے جینے اور جسم سے نت نئی تبدیلیوں کے چھپے کیا عوامل کام کر رہے ہیں۔ ہم کیوں قائم بالذات نہیں ہو جاتے، کیا ہم بار بار تبدیلی جسم کے سلسلے کو ختم نہیں کر سکتے اور کیا ہم بقائے دوام پاسکتے ہیں، اور کیا ہر آن، ہر لمحہ جسمانی ذہنی شعوری تبدیلی سے نجات پاسکتے ہیں؟ ہمیں سوچنا ہوگا کہ اختلاف لیل ونہار کے ساتھ ہم بھی کیوں تبدیل ہوتے رہتے ہیں یہ جاننے کے لئے ہمیں اپنے دوست کو پہچاننا ہوگا اور جب ہم اپنے سچے، پاک اور ایثار کرنے والے دوست سے واقف ہو جائیں گے تو رد و بدل کا لامتناہی سلسلہ ایک نقطے پر ٹھہر جائے گا۔۔۔ ہمارا یہ دوست خدا ہے۔

کور چشم

روحانی سائنس کا طالب علم اپنے مشاہدہ اور تجزیہ (ANALYSIS) کی بنا پر اس مقصد سے آشنا ہوتا ہے کہ کائنات میں عناصر کی ترتیب، ہم آہنگی، نظم، افادیت و مقصدیت کور چشم شعور کی کار فرمائی نہیں ہے۔ کوئی طاقت ہے، کوئی ہستی ہے جس کے حکم پر ازل سے ابد نظام حیات و کائنات قائم ہے۔

KSARS

لح

قانون قدرت سے انحراف کی ہزاروں سزائیں ہمارے سامنے ہیں، نئے نئے موذی اور امراض کی یلغار ہے۔ سب کچھ ہوتے ہوئے ہر شخص افلاس کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ اولاد نالائق ہے یا والدین نالائق قرار دیئے جا رہے ہیں قوم بصارت اور بصیرت سے محروم ہو رہی ہے۔ دماغی عارضے آج جتنے عام ہیں اتنے کبھی نہ تھے۔ ذرا زور سے دل ڈھرکا اور آدمی لحد میں اتر گیا۔ عدم تحفظ کا عالم یہ ہے کہ پتہ بھی ملے تو دل سینے کی دیوار سے باہر آنا چاہتا ہے گھر میں میاں بیوی کی تو تکار سے نوجوان نسل شادی کے بندھن کو بوجھ سمجھنے لگی ہے۔ وسائل کے انبار ہونے کے باوجود روزی تنگ ہو گئی ہے۔

رشته

”کائنات میں گھڑی بھر کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔“ جن قوموں نے کائنات کے اجزائے ترکیبی یعنی افراد کائنات کی تخلیق پر غور کیا، وہ سرفراز ہوئیں اور جس قوم نے کائناتی تفکر سے اپنا رشتہ منقطع کیا وہ اقوام عالم میں مردہ قوم بن گئی۔

KSARS

گھٹن

اے میرے بزرگو! میرے اسلاف کی نیابت کے دعویدارو! اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ تمہارا باپ ایک خوفناک ہستی ہے اور وہ تمہارے وجود کو جلا کر خاکستر کر دے گا کیا تم اس کے قریب جاؤ گے؟ اے دانشورو، واعظو! تم کیوں ایسے خدا کا تذکرہ کرتے ہو کہ انسان اسے خوفناک ہستی اور ڈراؤنی ذات سمجھ کر رات دن ڈرتا رہے، لرزتا رہے، اس کے جسم کا ہر عضو کانپتا رہے، یہ کون نہیں جانتا کہ ڈر اور خوف دوری اور جدائی کا سہیل ہے۔ یہ کون تسلیم نہیں کرے گا کہ ڈر گھٹن ہے، ڈر، اضطراب، بے چینی ہے ڈر اور خوفناکی دودلوں کے درمیان جدائی کی ایک دیوار ہے۔

روٹین

زندگی سے مردانہ وار لڑ کر فتح یاب ہونے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ انسان جدوجہد اور کوشش کی حقیقت سے واقف ہو جائے۔ واقعیت یہ ہے کہ زندگی ایک روٹین میں گزار دی جائے۔ روٹین یہ ہے کہ ہم سانس لیتے ہیں کبھی یہ نہیں سوچتے کہ پلک جھپک رہی ہے۔

KSARS

کارنامے

ہم جب زندگی میں کام کرنے والے جذبات کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ جذبات میں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ گرد و پیش میں اگر خوف و ہراس کی فضاء پیدا کر دی جائے تو لوگ خوف زدہ زندگی گزارتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر گرد و پیش میں شجاعت اور بہادری کی فضاء قائم ہو تو لوگ بیمار نہیں ہوتے۔ اسی طرح اگر گرد و پیش میں تساہل، کسل مندی اور لاپرواہی کے عوامل کارفرما ہوں تو اس ماحول میں رہنے والے اکثر لوگ کاہل اور تساہل پسند ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ماحول میں سے کسل مندی اور تساہل دور کر دیا جائے تو لوگ باعمل ہو جاتے ہیں اور قوت ارادی سے کام لے کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔

حاکم و محکوم

کائنات میں موجود ہر شے مسلسل حرکت میں ہے۔ جو بندے اس وصف کو قبول کر کے جدوجہد کرتے ہیں، وہ کائنات کا رکن بن جاتے ہیں۔ کائنات کی رکنیت انہیں اعلیٰ علیین کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جہاں بندے حاکم اور فرشتے محکوم بن جاتے ہیں۔

KSARS

فرماں برداری

بچوں کو ڈرائیں نہیں کیوں کہ ابتدائی عمر میں دماغ میں چھپا ہوا ڈرساری عمر ذہن میں چمٹا رہتا ہے اور خوف زدہ بچے زندگی میں بچے کوئی بڑا کام سرانجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔ اولاد کا سخت سست کہنا اور ہر وقت بھلا برا کہتے رہنا بھی صحیح طرز عمل نہیں ہے وہ ڈانٹ ڈپٹ کو روزانہ کا معمول سمجھنے لگتا ہے۔ بچے نا سمجھ ہوتے ہیں۔ ان کی کوتاہیوں پر بیزار ہونے کے بجائے سوچئے کہ آپ بھی ان ہی کی طرح بچہ تھے آپ سے بھی بے شمار کوتاہیاں سرزد ہوتی تھیں حکمت اور بردباری سے ان کو سمجھائیے۔ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرئیے تاکہ ان کے اندر اطاعت اور فرماں برداری کے جذبات ابھر آئیں۔

خوشی

یہ کیسا المناک اور خوفناک عمل ہے کہ ہم دوسروں کو نقصان پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ درخت ایک ہے۔ پتے اور شاخیں لا تعداد ہیں اگر کوئی شاخ خود اپنے درخت کی جڑ پر ضرب لگائے تو وہ خود کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے۔ خوشی اگر ہمارے لئے معراجِ تمنا ہے تو ہم اپنے ہم جنسوں کو تکلیف پہنچا کر کیسے خوش رہ سکتے ہیں۔

عذاب

کولئ قوم خیر و شر کی تفریق کو نظر انداز کر کے قانون شکنی کا ارتکاب کرنے لگتی ہے تو افراد کی یقین کی قوتوں میں اضمحلال شروع ہو جاتا ہے۔ عقائد میں شک اور وسوسے آ جاتے ہیں، انسان زندگی کی حقیقی مسرتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی حیات کا محور خالق کائنات کے بجائے صرف مادی وسائل بن جاتے ہیں تو آفاتِ ارضی و سماوی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر ایسی قومیں صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ اللہ شک اور بے یقینی کو دماغ میں جگہ دینے سے منع کرتا ہے۔ یہ وہی شک و وسوسہ ہے جس کے سبب آدم کو جنت کی نعمتوں سے محروم ہونا پڑا۔

پہرے

یہ کیسا المیہ ہے کہ ترقی کا محزن غیر مسلم ہیں اور ہر بربادی، ذلت اور رسوائی مسلمان کا امتیازی نشان بن گیا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اسلام کے نام لیواؤں اور مسلم اقوام کے دانشوروں نے شعور و آگہی پر اپنی مصلحتوں کے پہرے بٹھادیئے ہیں۔

KSARS

عبرت

جہاں تک دولت کے انبار جمع کرنے سے عزت و توفیق کے حصول کا تعلق ہے یہ ایک خود فریبی ہے ایسی خود فریبی جس سے ایک فرد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ فراعین مصر کے محلات، قارون کے خزانے ہمیں بتا رہے ہیں کہ دولت نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ تاریخ خود کو دہراتی رہتی ہے۔ بڑے بڑے شہنشاہوں کے واقعات سے کون واقف نہیں ہے ایسا بھی ہوا ہے کہ پوری شان و شوکت اور شاہی دبدبہ کے باوجود مادر وطن میں قبر کے لئے جگہ بھی نصیب نہیں ہوئی سونے چاندی کے ذخیروں اور جواہرات کے ڈھیر نے دنیا کے امیر ترین آدمیوں کے ساتھ کتنی وفا کی؟ کیا یہ حقیقت ہمارے لئے درسِ عبرت نہیں ہے؟

نصیحت

بے یقینی، درماندگی، پریشانی اور عدم تحفظ کے اس دور میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص اپنے چھوٹوں اور اپنے احباب کو برائی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا تو ہمارے سامنے یہ بات آ جاتی ہے کہ نصیحت کا اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ ہم خود بے عمل ہیں۔

KSARS

عفريت

تعمير اور تخریب کے دو رخ ہیں۔ جب تعمیری شعور بروئے کار آتا ہے تو انسان آسمانوں کی رفعت سے بھی اونچا اور سر بلند بن جاتا ہے۔ کائنات اس کے لئے مسخر ہو جاتی ہے اور یہ فرشتوں کا مسجود قرار پاتا ہے اور جب یہی انسان اسفل میں گرتا ہے تو اخلاقیات کی تمام حد بندیاں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ حرص و ہوس اور معیار زندگی کا عفریت اسے نگل لیتا ہے۔ ایسی ایسی اختراعات و ایجادات ذہن میں آتی ہیں جو ابلیسیت کا شاہکار ہوتی ہیں۔ اور دماغ کی تمام تعمیری صلاحیتیں تخریب کا لباس پہن کر اللہ کی زمین میں فساد برپا کر دیتی ہیں۔ بلاشبہ آج کا سائنسی دور اس کا مین ثبوت ہے۔

اطلاع

خیال اس اطلاع کا نام ہے جو ہر آن، ہر لمحہ ہمیں زندگی سے قریب کرتی ہے۔ پیدائش سے بڑھاپے تک زندگی کے سارے اعمال محض اطلاع کے دوش پر رواں دواں ہیں۔ کبھی ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ ہم ایک بچہ ہیں۔ پھر ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ ہم جوان ہیں اور پھر یہی بڑھاپے کا روپ دھار لیتی ہے۔

KSARS

عنصر

جدید سائنس کی روح سے آدمی ایک سوچھیں عنصر سے مرکب ہے۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی، ہائیدروجن، ریڈیم، کاربن، نائٹروجن۔۔۔ وغیرہ غرض جتنے بھی عناصر مل کر کسی مادے کی تشکیل و تخلیق کرتے ہیں وہ سب آدمی کے اجزائے ترکیبی میں بھی شامل ہیں۔ جب ہم مادی اعتبار سے آدمی، حیوانات، چرند، پرند، درندے، ذی روح اور غیر ذی روح مخلوق کا تجزیہ کرتے ہیں تو سب ایک صفت میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آدمی جہاں افضل ہو کر انسان بنتا ہے اور اس میں جو چیز تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہے وہ اس کی قوت ارادی ہے۔ قوت ارادی مضبوط ہو تو کائنات انسان کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے۔

ابلیس

شیطانی تفکر، ابلیسی طرز فکر اور برائی کے تشخص کی سوچ یہ ہے کہ وہ اپنا عرفان اس طرح رکھتی ہے کہ اس جیسے کوئی نہیں ہے۔
 - بڑائی اور خود نمائی اس کی گردن کے پھٹوں کو تشخ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ چہرے پر ملائمت، صباحت اور معصومیت کی جگہ بد صورتی اور خشنکی اپنا تسلط جمالیتی ہے۔

KSARS

جانور

آدمی اور حیوان میں فرق کیا ہے؟ آدمی اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ آدمی بھی چوپایوں کی طرح دو پیروں سے چلنے والا جانور ہے۔ بصیرت سے دیکھا جائے تو آدمی حیوانات سے ہر لحاظ سے کم تر ہے۔ جتنا یقین ایک چڑیا کو اپنے اوپر ہے آدمی کے اندر اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ جتنا استغناء ایک چبوتی میں ہے آدمی اس سے بھی محروم ہے جو کردار آدمی کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے وہ فکر و شعور کے دائرے میں رہتے ہوئے خالق حقیقی سے رابطہ ہے۔ اگر کسی بندے کا اپنے خالق سے ربط نہیں ہے تو دراصل وہ دو پیروں پر چلنے والا جانور ہے۔

جہالت

کیا یہ اپنے اوپر ظلم و نادانی نہیں ہے کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان بھرا ہوا ہے آدمی فاقے کر رہا ہے۔ کیا یہ جہالت نہیں ہے کہ ساری کائنات آدم کے لئے مسخر کر دی گئی اور آدم زاد قید و بند کی زندگی میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آدم زاد اپنے اندر کی روشنی دنیا میں پھیلانے کے بجائے ساری کائنات کو اندھیر کر دینا چاہتا ہے۔

خیالی گھوڑا

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر ڈالتے ایسے لوگ بالآخر درناک عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ دولت کا حصول بری بات نہیں ہے۔ المیہ یہ ہے کہ ہم نے دولت ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا زہر معاشرے کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہم سکون کے ایک لمحہ کو بھی ترستے ہیں۔ اور عدم تحفظ کا احساس ہمارے اوپر مسلط ہے رشتوں کے تقدس پر دولت کی چھاپ لگ گئی ہے ایک دوڑ ہے جو ہمیں ہوس پرستی کے خیالی گھوڑے پر آگ کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔

دعا

دعاؤں کے ساتھ عمل نہ ہو، کردار نہ ہو، اخلاص نہ ہو تو یہ دعائیں بھی زمین کے کناروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق وہ دعائیں مقبول بارگاہ ہوتی ہیں جن کے ساتھ مسلسل اور پیہم عمل ہو۔ عمل کے بغیر دعا ایک ایسا جسم ہے جس میں رُوح نہیں ہے اور جب جسم میں سے رُوح نکل جاتی ہے تو اس کی حیثیت ایک لاش کی سی ہوتی ہے جو کسی کام نہیں آتی۔

باطنی آنکھ

جب تک آدمی کے یقین میں یہ بات رہتی ہے کہ چیزوں کا موجود ہونا یا چیزوں کا عدم میں چلے جانا اللہ کی طرف سے ہے اس وقت تک ذہن کی مرکزیت قائم رہتی ہے اور جب یہ یقین غیر مستحکم ہو کر بکھر جاتا ہے تو آدمی ایسے عقیدوں اور وسوسوں میں گرفتار ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ ذہنی انتشار ہوتا ہے، پریشانی ہوتی ہے، غم و خوف ہوتا ہے حالانکہ دیکھا جائے تو یہ بات بالکل سامنے کی ہے کہ انسان کا ہر عمل، ہر فعل، ہر حرکت کسی ایسی ہستی کے تابع ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن باطنی آنکھ اس کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔

چھ رنگ

کائنات کی تخلیق میں بنیادی عنصر یا بنیادی مسالہ رنگ اور رنگوں کا امتزاج ہے۔ رنگوں کی مناسبت سے یارنگوں کی کمی بیشی سے مختلف تخلیقات عمل میں آتی ہیں۔ انسان جو مخلوقات میں سب سے اعلیٰ اللہ کی صناعی ہے اس تخلیق روشنیوں کے چھ دائرے میں ہو رہی ہے۔ روشنی کا ہر دائرہ الگ الگ رنگ سے مرکب ہے اور الگ الگ رنگ کا دائرہ ہے۔

دستِ نگر

کتنی مضحکہ خیز ہے یہ بات کہ قرآن کائنات پر ہماری حاکمیت اور سرداری تسلیم کر رہا ہے، ہمارے اوپر حاکمیت اور سرداری کے دروازے کھول رہا ہے اور ہم قرآن کو محض برکت کی کتاب سمجھ کر طاقوں میں سجائے رکھتے ہیں۔ جب کوئی افتاد پڑتی ہے تو اسکی آیات تلاوت کر کے دنیاوی مصائب سے نجات کی دعائیں مانگتے ہیں مگر اس طرف ہماری توجہ مبذول نہیں ہوتی کہ قرآن میں تفکر اگر ہمارا شعار بن جائے اور ہم اس تفکر کے نتیجے میں میدانِ عمل میں اتر آئیں تو ساری کائنات پر ہماری سرداری مسلّم ہے۔ افسوس کہ ہم ان خزانوں کو نظر انداز کر کے دوسروں کے دستِ نگر بنے ہوئے ہیں۔

اللہ کا فضل

خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کریں بے غرض اور لاگ کے بغیر خرچ کریں۔ یہ آرزو ہر گز نہ رکھئے کہ جن لوگوں کی آپ نے اللہ کے لیے مدد کی ہے وہ آپ کے شکر گزار اور احسان مند ہوں۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا کوئی فخر و مباہات کی بات نہیں ہے۔ یہ تو محض اللہ کا فضل ہے اس نے آپ کو اس قابل بنادیا کہ آپ کا ہاتھ اُپر ہے۔

دل

ہمارے اطراف میں بکھرے ہوئے مختلف جاندار مٹی کی بنی ہوئی وہ مختلف تصویریں ہیں جو سانس لیتی ہیں۔ ان کی زندگی کا سارا اثاثہ قیاس آرائی ہے۔ یہی قیاس آرائی حواس کی بنیاد ہے۔ جب خیال متحرک ہوتا ہے تو بصارت، سماعت، گویائی، شامہ، مشام اور لمس درجہ بدرجہ ترتیب پا جاتے ہیں۔ چونکہ ان کی بنیاد قیاس آرائی ہے اس لئے ظاہری حواس میں ہمارا دیکھنا، سمجھنا اور سوچنا حقیقی نہیں ہے۔ اسی لئے روحانیت میں قلبی مشاہدات کو حقیقت کہا جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ ”دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔“

بے بضاعتی

یہ نہیں معلوم کہاں سے آیا ہوں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ منزل کہاں ہے ایسا علم جس کو نہ تو کھوجانے کا علم ہو اور نہ ہی کچھ پالینے کا علم ہو علم نہیں ہے۔ بے بضاعتی اور کم مائیگی کا یہ حال ہے تو ہم حقیقت کے سمندر میں کس طرح غوطہ زن ہو سکتے ہیں۔ حقیقی علم جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ جانتے ہوں کہ اس دنیا میں پیدائش سے پہلے ہم کہاں تھے اور مرنے کے بعد کون سے عالم میں چلے جاتے ہیں۔

بھان متی

خرق عادت یا کرامات کا ظہور کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے جبکہ بندے کا شعوری نظام لا شعوری نظام سے خود اختیاری طور پر مغلوب ہو جاتا ہے تو اس سے ایسی باتیں سرزد ہونے لگتی ہیں جو عام طور سے نہیں ہوتیں اور لوگ انہیں کرامات کے نام سے یاد کرنے لگتے ہیں۔ یہ سب بھان متی ہے اعمال و حرکات میں خرق عادت اور کرامات خود اپنے اختیار سے بھی ظاہر کی جاتی ہے اور کبھی کبھی غیر اختیاری طور پر بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ خرق عادت آدمی کے اندر ایسا وصف ہے جو مشق کے ذریعے متحرک کیا جاتا ہے۔

چل چلاؤ

موت جب رُوح اور بدن کو الگ کر دے گی تو بدن کا ٹھکانا صرف دو گز زمین کا ٹکڑا ہوگا (وہ بھی اس کے لئے جسے میسر آجائے) کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اس جگہ کوئی اور دفن ہو جائے گا۔ اے بندے! تیری زندگی، تیرا وجود، تیری حقیقت کتنی فانی ہے! سب کے لئے چل چلاؤ اور ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ قائم ہے دنیائے فانی کی یہ فانی زندگی عبرت کا موقع ہے۔

آسمان وزمین

قرآن پاک کو محض ثواب اور برکت کا ذریعہ سمجھ کر نہ پڑھیں یا طاقوں کی زینت بنا کر نہ رکھیں۔ بلکہ اس میں تفکر کریں، جیسا کہ غور و فکر کرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن عطا کرنے کا ذمہ خود لیا ہے۔ ’ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا ہے، کیا ہے کوئی سمجھنے والا؟‘ اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ اس عطیہ خداوندی سے فیض اٹھاتے ہوئے قرآن پاک میں غور و فکر کو اپنا شعار بنائیں تاکہ ہماری رُوحیں نور ہدایت سے معمور ہو جائیں اور ہم ان صفات کو حاصل کر سکیں جن سے بندے کے لئے آسمان وزمین مسخر ہو جاتے ہیں۔

آزمائش

مومن ہر حالت میں ثابت قدم رہتا ہے۔ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں وہ کبھی ناامیدی کی دلدل میں نہیں پھنستا، اللہ کا شکر ادا کرنا اس کا شعار ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جس طرح خوشی کا زمانہ آتا ہے اسی طرح مصائب کا دور آنا ایک رد عمل ہے۔ وہ آزمائش کے زمانے میں جدوجہد اور عمل کے راستے کو ترک نہیں کرتا کیوں کہ اسکی پوری زندگی ایک مہم اور جدوجہد ہوتی ہے۔

KSARS

ایک دن

سکندر، دارا، شدار، نمرود، فرامین اور بڑے بڑے بادشاہ جن کی ہیبت اور بریت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کے نام سے لڑتے تھے وہ جو بڑی بڑی ریاستوں اور مملکتوں کے تاجدار تھے، عوام سے خراج وصول کرتے تھے خود کو آقا اور عوام کو غلام سمجھتے تھے معلوم نہیں کہ وہ خود اور ان کے تاج و تخت کہاں ہیں۔ ان کو اور ان کی افواج کو جو آندھی اور طوفان کر دنیا کے لئے مصیبت بن گئی تھیں۔ مٹی نے نگل لیا۔ یہ بڑے بڑے محلات اور کھنڈرات جو آج اپنی بے بضاعتی پر آنسو بہا رہے ہیں۔ بالآخر ان کا نام و نشان بھی ایک دن صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

ایندھن

اللہ چاہتا ہے کہ آدمی سیکڑوں سال زندہ رہ کر دنیا کی رنگینی میں اپنا کردار ادا کرے اور آدمی کام، کام، صبح کام اور شام کام اور ہائے دنیا ہائے دنیا کے ختم نہ ہونے والے چکر میں خود اپنے ارادے اور اختیار سے زندگی کو مختصر کرنے پر تلا ہوا ہے جب کہ آدم و حوا کی اولاد یہ بات اچھی طرح جانتی ہے زندگی کو ایندھن بنا کر جمع کی جانے والی ساری پونجی ایک دن موت ہم سے چھین لے گی۔

KSARS

انگارے

جب تک نوع انسانی کے افراد میں کاروباری ذہن کام کرتا رہے گا اسے کبھی سکون میسر نہیں آئے گا۔ ترقی یافتہ قوم اس لئے عذاب میں مبتلا ہے کہ ترقی پیچھے اس کا اپنا ذاتی فائدہ ہے۔ ہر ترقی سونے کا ڈھیر جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ غیر ترقی یافتہ قومیں اسلئے پریشان ہیں کہ ان کا کوئی عمل کاروباری تقاضوں سے باہر نہیں ہے۔ وہ اللہ کو بھی اس لئے یاد کرتے ہیں کہ ان کے پیش نظر اپنی ذات کے لئے منفعت ہے جب کہ اللہ کے نزدیک یہ طرز فکر ناپسندیدہ ہے۔ ‘‘ جو لوگ میری آیتوں کا کاروبار کرتے ہیں ان کے پیٹ دوزخ کے انگاروں سے بھروں گا۔ ‘‘

اظہار مذامت

گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے میں کبھی تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اظہار مذامت کے ساتھ، انکسار کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ اپنے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر معافی طلب کیجئے۔ توبہ استغفار سے رُوح مجلہ ہو جاتی ہے۔ اور قلب دھل جاتا ہے۔ نہایت خلوص اور سچائی کے ساتھ توبہ کرنے سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے۔

ترقی یافتہ ذہن

ہر طرف شور و غوغا برپا ہے کہ موجودہ نسل اسلام سے دور ہو گئی ہے، اسلاف کی پیروی نہیں کرتی، ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اسلاف میں ہمارا بھی شمار ہے موجودہ نسل اگر رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے دور ہو گئی ہے تو اس میں اس کا قصور کم ہو اور ہمارا زیادہ ہے۔ بچے جب یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے والدین زبان سے اللہ اور رسول اللہ و رسول کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں اور ان کا عمل اس کے بالکل برعکس ہے تو ان کے ترقی یافتہ ذہن میں بجز اس کے کوئی بات نہیں آتی کہ مذہب صرف اظہار و بیان کا نام ہے۔ عمل سے اس کا کوئی ربط و ضبط نہیں۔

توکل

پیراسائیکولوجی ایسے اسباق کی دستاویز ہے جن اسباق میں یہ بات وضاحت کے ساتھ کی طرح بیان کی گئی ہے کہ سکون کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر استغناء ہو استغناء کے لئے ضروری ہے کہ قادر مطلق ہستی پر توکل ہو توکل کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر ایمان ہو اور ایمان کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر غیب میں نظر متحرک ہو۔ اور بصورت دیگر بندے کو سکون میسر نہیں آسکتا۔

KSARS

ایثار

اداس، غم گین، اور پڑمردہ چہرے دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایسے مسافر ہیں جن کی کوئی منزل نہیں ہے جب کہ اسلامی زندگی کے دل کش خدوخال اختیار کر کے ہم اپنے اندر غیر معمولی کشش اور جاذبیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اہل اسلام ہی نہیں بلکہ دوسری قومیں بھی اسلامی اصولوں کی ضیا پاشیوں سے متاثر ہو کر دین مبین کی طرف کھینچے لگتی ہیں۔ اسلام یقیناً ہواپانی اور روشنی کی طرح سارے انسانوں کی عام میراث ہے لیکن محض زبانی طور پر اس کا اقرار کر لینا کافی نہیں ہے۔ اس کے لے ایثار و عمل کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔

تقرب

نورانی لوگوں کی باتیں بھی روشن اور منور ہوتی ہیں۔ زندگی میں ان کے ساتھ ایک لمحے کا تقرب سو سالہ اطاعت بے ریا سے افضل ہے اور عالم قدس میں چلے جانے کے بعد ان کی یاد ہزار سالہ طاعت بے ریا سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ یہ ایسے مقرب بارگاہ بندوں کے تذکرے سے آدمی کا انگ انگ اللہ کی قربت کے تصور سے رنگین ہو جاتا ہے۔

KSARS

تقاضے

نوع انسانی خیالات کے چھوٹے بڑے ٹکڑوں پر زندگی گزارتی ہے۔ جسمانی نشوونما برقرار رکھنے کیلئے بھوک طبیعت کا ایک تقاضا ہے۔ یہ تقاضا خیال بن کر ہمارے دماغ پر وارد ہوتا ہے اور ہم اس خیال کی طاقت کے زیر اثر کچھ نہ کچھ کھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس زندگی کا ہر تقاضا اسی قانون کا پابند ہے۔ زندگی میں کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو خیال سے شروی ہو کر خیال پر ختم نہ ہوتا ہو۔ اعصاب جب تھکان محسوس کرتے ہیں تو طبیعت ہمیں خیال کے ذریعے اس بات سے مطلع کرتی ہے کہ ہمیں آرام کرنا چاہیے۔ اور ہم سو جاتے ہیں۔

آزادی

ایک مکتبہء فکر کا خیال ہے کہ انسان کی خوشی اس میں ہے کہ وہ آزادانہ زندگی گزارے۔ لیکن جب ان لوگوں نے زندگی کے ماہ وصال پر سوچنا شروع کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ انسان کسی بھی حال میں آزاد نہیں ہے کیونکہ ہر مسرت کے بعد کسی آفت کا آنا لازمی ہے؛ ہر سکھ اور چین کے بعد کوئی نہ کوئی فتنہ برپا ہوتا ہے۔ ہر خوشی دراصل ایک غم کا پیش خیمہ ہے اور ہر سکون اضطراب اور بے چینی پر ختم ہوتا ہے۔

اشرف حواس

آدمى جو خود كو اشرف المخلوقات كهتا اور سمجھتا هے اگر اپنى ابتدا اور انتها پر غور كرے تو يہ بات سامنے آتى هے كه اس تعمير كى پہلى اينٹ سڑا نء اور تعفن هے اور انتها يہ هے كه اس كا خوبصورت جسم كيڑوں كى خوراك بن جاتا هے۔ باوجود اس واضح كھلى حقيقت كه هر شخص ذاتى منفعت كى خيالى دنيا ميں مكن هے۔ ايك هى خيال اس كى طلب اور مقصد حياءت بن كر ره گيا هے۔ دولت۔ دولت اور صرف دولت اور وه جو ايك ايسى لاء انتها دل دل هے جس ميں گر كر كوئى شخص اشرف حواس ميں زنده نهين ره سكتا۔

ابدی سکون

تسخیرِ کائنات اور جنت کی زندگی نوع انسانی کا ورثہ ہے لیکن اس ورثہ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس صلاحیت سے متعارف ہو جو جنت کی زندگی میں اسے حاصل تھی۔ اس صلاحیت کا حصول اسے رُوح سے قریب ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے چنانچہ جو شخص اپنے انز INNER سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے وہ ابدی سکون پالیتا ہے۔

انسان

زمین پر سے خس و خاشاک دور کرنے کے بعد کوئی پودا لگایا جائے تو وہ جلد نشوونما پاتا ہے اور جوان ہو کر اچھا پھل دیتا ہے۔ اسی طرح جب ذہن کو پوری طرح صاف کر کے کسی نئے علم کا پودا اس میں لگایا جاتا ہے تو وہ بہت جلد برگ دبار لاتا ہے۔ اور سرسبز شاداب ہو جاتا ہے۔ جس طرح آپ اپنے جسم کا فاسد مادہ خود ہی خارج کر دیتے ہیں یا قدرتی نظام کے تحت وہ خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہیجان، جذبات و خیالات کی کثافت کا اخراج ہونا بھی ضروری ہے۔ جب تک دماغ جذبات و ہیجان کثافت سے صاف نہیں ہوتا آدمی انسان نہیں بنتا۔

پہاڑ

پہاڑ بھی باشعور ہوتے پہاڑ بھی سانس لیتے ہیں پہاڑ بھی پیدا ہوتے اور جوان ہوتے ہیں چونکہ تخلیقی فارمولوں میں پہاڑ کی تخلیق اور نشوونما کا فارمولا الگ ہے اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پہاڑ جے کھڑے ہیں۔ ایک انسان ایک منٹ میں بیس مرتبہ سانس لیتا ہے، پہاڑ پندرہ منٹ میں ایک سانس لیتے ہیں۔ ہر نوع میں سانس کی معین مقداریں الگ الگ ہیں۔

KSARS

پرواز

تمام جاندار مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ مٹی سے مراد روشنوں کا وہ خلط ملط ہے جس میں تمام رنگ موجود ہیں۔ اسے کل رنگ روشنی بھی کہا جاتا ہے۔ یہی رنگ درخت کی جڑیں زمین سے حاصل کرتی ہیں اور یہی رنگ شاخوں، پتوں، پھول اور پھل میں نمایاں ہو جاتے ہیں لیکن تخلیق کی طرز پر پانہیں جلد ہی یہ تخلیق پھر مٹی بن جاتی ہے پرندے بھی اسی مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ قوت پرواز حاصل ہو جانے کے بعد بھی مٹی سے رنگاری حاصل نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ مٹی کے دائرہ کار سے باہر نہیں جاسکتے۔ جلد ہی مٹی کی کشش انہیں پھر مٹی بن جانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

ڈرامہ

قلندر شعور کے حامل آزاد انسان کی نظر میں خیر خواہ دست اور دشمن، شک و حسد کرنے والے پاکباز اور پاپی، بے لوث اور خود غرض، جانبدار اور غیر جانبدار سب کی حیثیت یکساں ہو جاتی ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ ہم صرف جاندار اشیاء ہیں اور کائنات جاندار اشیاء کے لئے صرف اسٹیج ہے۔ کائنات میں ہر فرد اپنا اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

خوف

ایک جگہ سیلاب آیا جس میں سارا علاقہ ڈوب گیا۔ لیکن ایک ٹیلے پر پانی نہیں پہنچ سکا انسان اور ایک جنگل کے جانور کیڑے مکوڑے اس ٹیلے پر پناہ لینے کے لئے جمع ہو گئے۔ ایک شیر تیرتا ہوا اس ٹیلے کی طرف آیا اور ارکتے کی طرح ہانپتا ہوا لوگوں کے درمیان زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ اس قدر خوف زدہ تھا کہ اسے گرد و پیش کا ہوش نہیں تھا۔ ایک آدمی اطمینان سے رائفل لیکر اس کی طرف بڑھا اور اس کے سر پر گولی ماردی۔ خوف کے جذبے سے شیر اپنی درندگی کی صفت کو بھی بھول گیا اور خوف کے جذبے نے اسے بکری سے بھی زیادہ بزدل بنا دیا۔

بارش

اپنی زندگی کو عشق و وفا کی چلتی پھرتی، منہ بولتی تصویر اور نمونہ بنا دیجئے بلاشبہ ایسے افراد کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی صفت میں شامل کر لیتا ہے جس کا مشاہدہ رُوح کی آنکھیں اور رُوحانی لوگ کرتے ہیں۔ ان مخصوص بندوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں شامل ہونے کے بعد انسان کا دل، دماغ اور نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ ایسے بندوں پر رحمتوں برکتوں اور انوار و تجلیات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

دور دراز

اكر فرد كے ذهن ميں جنات اور فرشتوں سے متعلق اطلاعات كا رد و بدل نه هو تو فرشتے جنات كا تذكره زير بحث نه ميں آئے گا۔ به الفاظ ديكر كائنات اور كائنات ميں موجود جتنى بهى مخلوق هے اس مخلوق كى خيالات كى لهريں هميں منتقل هوتى رهتى هيں۔ خيال كى منتقلى بهى دراصل كسى مخلوق كى پہچان كا ذريعہ بنتى هے۔ انسان كا لاشعور كائنات كے دور دراز گوشوں س ے مسلسل ايك ربط ركھتا هے۔ كيوں كه يه ربط هر وقت قائم هے اس لئے هم اپنے خيالات كو ايك نقطه پر مركز كر كے اس ربط كے ذريعے اپنا پيغام كائنات كے دور دراز كے گوشوں تك پہنچاتے هيں۔

اذان

ہر مذہب میں اپنے پیروکاروں کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ رائج ہے۔ کہیں گھنٹہ اور گھڑیاں بجا کر لوگوں کو پرستش اور عبادت کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ تو کہیں سنگھ بجا کر پجاریوں کو پوجا پاٹ کی دعوت دی جاتی ہے۔ اور لوگوں کو ایک مرکز پر جمع کیا جاتا ہے۔ اسلام نے امت مسلمہ کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور اللہ کی پرستش کے لئے بلانے کا جو طریقہ واضح کیا ہے اس کا نام ”اذان“ ہے۔

بوڑھا

زندگی کے تمام اجزائے ترکیبی ایک طاقت کے پابند ہیں۔ وہ طاقت جس طرح چاہے روک دیتی ہے اور جس طرح چاہے انہیں چلا دیتی ہے قلندر شعور کے بانی قلندر بابا اولیاءؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگ نادان ہیں کہتے ہیں کہ ہماری گرفت حالات کے اوپر ہے۔ انسان اپنی مرضی اور منشا کے مطابق حالات میں رد و بدل کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے اگر فی الواقع حالات کے اوپر انسان کو دسترس حاصل ہوتی تو کوئی آدمی غریب نہ ہوتا کوئی آدمی بیمار نہ پڑتا کوئی آدمی بوڑھا نہ ہوتا اور کوئی آدمی موت کے منہ میں نہ جاتا۔

حقیقت آگاہی

مینارہ نور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنے پیچھے فکر کی وہ روشنی چھوڑی ہے جس کی رہنمائی میں آج کے پراگندہ دل نسل اپنے مستقبل کو سنوار سکتی ہے۔ نوع انسانی جس ذہنی کشاکش اور دماغی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اس کی اول وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر انبیاء کی طرز فکر کا انعکاس کم سے کم ہوتا جا رہا ہے اور اس کے اپنے بنائے ہوئے مفروضہ حواس نے اسے حقیقت آگاہی سے محروم کر دیا ہے۔

KSARS

سچی خوشی

مادی اعتبار سے ہمیں یہ بھی علم نہیں ہے کہ سچی خوشی کیا ہوتی ہے۔ اور کس طرح حاصل کی جاتی ہے۔ حقیقی مسرت سے واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصل کو تلاش کریں۔ یہ معلوم کریں کہ پیدائش سے پہلے کہاں تھے اور مرنے کے بعد ہم کہاں چلے جاتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حقیقی مسرت اور دائمی خوشی سے ہم آغوش ہونے کے لئے انسان کو سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ زندگی صرف جسمانی حرکات و سکنات پر نہیں ہے اس حقیقت پر ہے جس حقیقت نے خود اپنے لئے گوشت پوشت کے جسم کو لباس بنالیا۔

رسوائی

زمین و آسمان اس کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔ قرآن و اشکاف الفاظ میں کہتا ہے کہ لوہے میں انسانوں کے لئے بے شمار فائدے محفوظ ہیں۔ جن لوگوں نے لوہے کی صلاحیت کو تلاش کر لیا وہ لوگ قومی اعتبار سے عزت دار ہوں گئے۔ مسلمان نے قرآن کی تعلیمات کو نظر انداز کیا تو پوری قوم ذلیل و خوار ہو گئی۔

KSARS

ناسور

دانشوروں اس بات پر متفق ہیں کہ بچے کی تربیت کا پہلا گہوارہ اس کا گھر ہوتا ہے۔ بچہ جو سنتا ہے وہ بولتا ہے، جو دیکھتا ہے وہی اس کا علم بن جاتا ہے، آج کے دور میں ہم نہیں دیکھتے کہ دادی اماں نے کبھی کہا ہو کہ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ، خدا کا بنایا رسول بادشاہ۔ دن رات گانوں کی آوازیں ہمارے اعصاب پر محیط رہتی ہیں رات کو سونے سے پہلے ماں اپنے بچوں کا تلقین نہیں کرتی کہ کلمہ شہادت پڑھ کر سونا چاہئے۔ نہ کوئی باپ اپنی اولاد کو بیدار ہونے کے بعد کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہتا ہے کوئی نہیں کہتا کہ دولت پرستی انسانی زندگی کے لئے ناسور ہے۔

شعور لا شعور

پیراسائیکولوجی اور سائیکولوجی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نفسیات داں یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ شعور فلشن ہے حواس کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے دو سال کا بچہ ماں باپ کے کہے ہوئے الفاظ دہرا دیتا ہے جب کہ پیراسائیکولوجی کے علوم حواس کے پس پردہ علوم کی حقیقت منکشف کرتے ہیں یہ علوم بتاتے ہیں کہ زمانیت اور مکانیت کا شعور و حواس سے کیا تعلق ہے اور ان کا ذریعہ (SOURCE) کیا ہے۔

ممکن

پیراسائیکالوجی کی رو سے ماورائی طاقت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دماغ کی کارکردگی اور دماغ کے کمپیوٹر کو سمجھ لیا جائے ظاہر ہے کہ جب تک عملاً اس نظام سے الگ ہو کر دماغ کی طرف متوجہ نہیں ہونگے۔ دماغ کی کارکردگی اور دماغ میں موجود مخفی صلاحیتیں ہمارے سامنے نہیں آئیں گی۔ ان مخفی اور لامحدود صلاحیتوں سے آشنا ہونے کے لئے یہ امر لازم ہے کہ ہم اس بات سے واقف ہوں کہ مفروضہ حواس کی گرفت سے آزاد ہونا ممکن ہے۔

شماریات

انسان کیا ہے؟ رُوح ہے۔ رُوح کیا ہے؟ اللہ کا امر ہے۔ ذرا بھی تفکر سے کام لیا جائے تو یہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی اور بحیثیت فرد رُوح ہیں۔ رُوح اللہ کا امر ہے۔ امر اللہ کا ارادہ ہے اور اللہ کا ارادہ جب حرکت میں آجاتا ہے تو کائنات کے مظاہر چھپنے لگتے ہیں۔ اتنی تعداد میں چھپتے ہیں کہ دنیا کی شماریات عاجز ہیں۔

رابعہ بصری

اے میری ماں، میری بہن، میری لخت جگر بیٹی! عورت اور مرد ایک اللہ کی تخلیق ہے۔ ہر مرد اور ہر عورت کے اندر ایک اللہ کی رُوح ہے۔ ہر عورت کے اندر بھی وہ تمام صلاحیتیں اور صفات موجود ہیں جو اللہ نے مرد کو ودیعت کی ہیں۔ جب ایک عورت رابعہ بصری بن سکتی ہے تو دنیا کی تمام عورتیں اپنے اندر اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار کر کے اپنے نام اولیاء اللہ کی فہرست میں ثبت کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انعام عام ہے۔ آگے بڑھو اور اپنی رُوحانی طاقت سے نوع انسانی کے اوپر سے شیطانی غلبہ کو ختم کر دو۔

ذہنی یکسوئی

کوئی مسئلہ اس وقت تک قابل حل نہیں ہے جب تک صاحب مسئلہ خود اس مسئلے کو حل کرنے پر آمادہ نہ ہو ساری دعائیں۔ وظیفے اور دوائیں صرف ایک ہی کام انجام دیتی ہیں وہ یہ ہے کہ سائل بیمار ہو یا پریشان حال اس کے اندر قوت ارادی میں اضافہ ہو اور اس کے اندر اتنی دل پادر (will power) پیدا ہو جائے کہ مسائل اور معاملات کی بھول بھلیوں سے نکل کر ذہنی یکسوئی کے ساتھ آزاد ہو سکے۔

کمپیوٹر

الفاظ کا سہارا لینا دراصل شعوری کمزوری کی علامت ہے اس لئے کہ شعور الفاظ کا سہارا لئے بغیر کسی چیز کو سمجھ نہیں پاتا۔ جب کوئی بندہ ٹیلی پیتھی کے اصول و ضوابط کے تحت خیالات کی منتقلی کے علم سے وقوف حاصل کر لیتا ہے تو اس کے لئے دونوں باتیں برابر ہو جاتی ہیں چاہے خیال الفاظ کا سہارا لیکر منتقل کیا جائے یا کسی خیال کو لہروں کے ذریعے منتقل کر دیا جائے۔ ہر آدمی کے اندر کمپیوٹر نصب ہے جو خیالات کو معنی اور مفہوم پہنا کر الگ الگ کر دیتا ہے اور آدمی اس مفہوم سے باخبر ہو کر اس کو قبول کرتا ہے یا رد کر دیتا ہے۔

زنجیر

پوری نوع انسانی کے افراد زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہیں۔ ایک کڑی کمزور ہو جائے تو ساری زنجیر کمزور ہو جاتی ہے۔ ایک کڑی ٹوٹ جائے تو زنجیر میں جب تک دوسری کڑی ہم رشتہ نہ ہو جائے زنجیر نہیں کہلائے گی۔ اتحاد و یگانگت ماضی کو پروقا، حال کو مسرور اور مستقبل کو روشن اور تابناک بنانے کے لئے ہر کڑی کا دوسری کڑی کے ساتھ اتصال ضروری ہے۔

محکوم

قرآن با آواز بلند فرماتا ہے کہ ”قرآن تسخیری فارمولوں کی کتاب ہے۔ اقوام عالم میں ممتاز ہونے کے لئے اس میں غور کرو، تفکر کرو، اس کو جانو اس کو پہچانو، آخر تم لوگ اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔“ اللہ کی عظمت بزرگی اور صناعی کو سمجھنے کے لئے اس کی تخلیق اور نظام ربوبیت پر غور کرو۔ ایجادات و ترقی اور علم و ہنر کا جو سورج آج مغرب میں روشن ہے کبھی مشرق میں چمکتا تھا اور جب مشرقی اقوام بالعموم اور مسلمانوں نے بالخصوص علم و ہنر کے اس سورج سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا تو علم و ہنر نے بھی مسلمانوں سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔

کفران

اگر تجھے کچھ یاد نہیں آتا تو سن! تو نے کفران عظیم کیا۔ تو نے جان بوجھ کر خود کو تکلیف ورنج کے حوالے کر دیا۔ آزادی کی نعمت ٹھکرا کر غلامی کا طوق اپنے گلے میں پہن لیا۔ پابندیوں کو اپنے پیروں کی بیڑیاں بنالیا تو نے اپنی لامتناہی صلاحیتوں کو تنہایت کے اندھیرے غاروں میں دھکیل دیا۔ تیری ان حرکتوں سے آسمان رد دیا اور فرشتوں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

KSARS

مرشد

عرفان نفس، معرفت الہیہ کا دروازہ انسان پر کھول دیتا ہے اور عرفان نفس کے حصول کے سلسلے میں اہل رُوحانیت کو جن مدارج سے گزرنا پڑتا ہے ان میں سب سے پہلا درجہ ”لا“ ہے یعنی سب سے پہلے انسان کو اپنی روایتی معلومات اور شعوری علم کی نفی کرنی پڑتی ہے اور پھر اس کے بعد رُوحانیت کے اسی راستے پر چلتے ہوئے انسان ایسے درجے پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس پر اپنی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے یعنی نفس کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے سالک کو ایک معینہ اور مقررہ راستے پر سفر کرنے کے لئے شیخ یا مرشد کی راہنمائی لازمی ہے۔

ویرانہ

ایک ہی چیز ایک آدمی کے لئے خوشی اور دوسرے آدمی کے لئے غم کا باعث ہے۔ ایک چیز کے بارے میں مختلف لوگوں کی مختلف آراء ہوتی ہیں حالانکہ حقیقت ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ ہماری نگاہ کے سامنے مظاہر میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے۔ آبادی ویرانہ میں اور ویرانہ آبادی میں بدل جاتا ہے۔ یہ متغیر دنیا کس طرح حقیقی ہے جبکہ حقیقت میں تغیر نہیں ہوتا۔

KSARS

طرز تفہیم

یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جب ہم کسی سے قربت چاہتے ہیں تو اس کی عادات و اطوار اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر ہم نمازی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو نمازی بن جاتے ہیں۔ تاش کھیلنے والے کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں تو تاش کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ہم شیطان سے قربت کے خوگر ہیں تو شیطان کے اوصاف پسند کرتے ہیں اور اگر ہم رحمان سے قربت چاہتے ہیں تو رحمان کی صفات اختیار کرتے ہیں اور رحمان کی صفات یہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف ہے۔

سائنس

دنیا کی ہر چیز ایک ڈگر پر چل رہی ہے۔ نہ یہاں کوئی چیز اچھی ہے نہ بری ہے۔ ایک بات جو کسی کے لئے خوشی کا باعث ہے وہی دوسرے کے لئے پریشانی اور اضمحلال کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ دنیا معانی اور مفہوم کی دنیا ہے جو جیسے معانی پہناتا ہے اس کے اوپر ویسے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں۔ پھر کیوں دنیا کے جھیلوں میں پڑ کر وقت کو برباد کیا جائے یہ جو دو چار سائنس کی زندگی ہے اسے ضائع نہ کرو۔

KSARS

ہمارا دوست

ہم جب کائنات کی تخلیق پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ ہماری کائنات اللہ کی آواز ہے۔ اللہ نے جب اپنی آواز میں کن کہا تو ساری کائنات وجود میں آگئی۔ خدا جب اپنا تعارف کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں مخلوق کا دوست ہوں جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کو نہیں بھولتا اسی طرح خدا بھی اپنی مخلوق کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ وہ خدا جو ہمارا رب ہے ہمارے لئے ہر طرح کے وسائل پیدا کرتا ہے ہمیں زندگی کے نئے نئے مراحل اور نئے نئے تجربات سے گزارتا رہتا ہے بلا شک و شبہ ہمارا دوست ہے۔

سود

تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں میں دولت پرستی عام ہو گئی وہ قومیں صفحہء ہستی سے مٹا دی گئیں۔ قومیں گناہوں سے نیست و نابود نہیں ہوتیں۔ گناہ تو معاف کر دیئے جاتے ہیں شرک ایک ایسا گناہ ہے جو کسی صورت معاف نہیں کیا جاتا اور دولت پرستی سب سے بڑا شرک ہے۔ اس شرک کو مہمیز دیئے والے بڑے عوامل میں سے ایک گھناؤنا عمل سود ہے۔ سود جو رزق کو حرام کر دیتا ہے۔

KSARS

محبوب

بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو اپنے ماں باپ کو پیار کرتا ہے پھر اپنے بہن بھائی کو اور جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے وہ اپنے کنبے، سماج، فرقے، ملک قوم اور نوع انسانی سے پیار کرنا شروع کر دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود مطمئن نہیں ہوتا اس کے اندر محبت اور پیار کی تشنگی باقی رہتی ہے آج کا بچہ کل کا بوڑھا ہونے تک پیاسہ ہی رہتا ہے اور یہ تشنگی اس وقت تک نہیں بجھتی جب تک وہ نہیں جان لیتا کہ سچا، بے غرض اور عظیم والشان محبوب کون ہے پیار کی پیاس اس وقت بجھ جاتی ہے جب ہم اپنے لازوال محبوب جل جلالہ کو آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں۔

KSARS

صراط مستقیم

جولول ءودشناسی سے آگے اللہ کے راسے پر قدم اٹھاچکے ہیں ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انسانوں کو اس راسے پر چلنے کی دعوت دیں جو صراط مستقیم ہے اور جس راسے پر چلنے والے لوگوں پر انعام کیا جاتا ہے اور ان کے اوپر عرفان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان ہی کاموں کو انجام دینے کے لئے خدا نے آپ کو ”خیر اُمت“ کے عظیم لقب سے سرفراز کیا ہے۔

مہربانی

ایک دفعہ کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ اس سے بچھڑ گیا تھا وہ مامتا کی ماری اسے بے قرار تھی کہ جس چھوٹے بچے کو دیکھتی اسے اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگتی۔ اس عورت کا یہ حال دیکھ کر حضور پاک ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا ”کیا تم توقع کر سکتے ہو کہ ماں اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے آگ میں پھینک دے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خود پھینکا تو درکنار، اگر بچہ آگ میں گرنے لگے تو یہ اپنی جان دے کر بھی بچے کو بچالے گی۔“ نبیؐ برحق نے فرمایا: ”خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے۔“

نشیب و فراز

انسان ایسی زندگی چاہتا ہے جو فنا سے نا آشنا ہو۔ ایسی صحت چاہتا ہے جو بیماریوں سے متاثر نہ ہو، ایسی جوانی چاہتا ہے جو بڑھاپے میں تبدیل نہ ہو لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جوانی بوڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے صحت و تندرستی کے اوپر بیماریوں کا غلبہ بہر حال ہوتا رہتا ہے۔ انسان زندگی کے نشیب و فراز سے کتنا ہی فرار چاہے کامیاب نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دنیا میں کوئی چیز بے ثباتی سے خیالی نہیں۔

سلامتی

پریشان حالی اور درماندگی نے ہشت پابن کر نوع انسانی کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں نوع انسانی وہ مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے حامل ہے جن کے متحمل ہونے سے سموات، ارض و جبال نے عاجزی کا اظہار کر دیا تھا۔ قانون قدرت ہے کہ جب کوئی قوم صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتی ہے تو وہ امتحان کی چکی میں پسے لگتی ہے۔ تاکہ صعوبتوں، پریشانیوں اور عدم و تحفظ کے ہریلے احساس سے محفوظ رہنے کے لئے وہ راستہ تلاش کرے جو فلاح اور سلامتی کا راستہ ہے۔

سریلی آواز

گفتگو میں آدمی کا عکس جھلکتا ہے۔ خوش آواز آدمی کے لئے اس کی آواز تسخیر کا کام کرتی ہے۔ جب بھی کسی مجلس میں یا نجی محفل میں بات کرنے کی ضرورت پیش آئے وقار اور سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کیجئے مسکراتے ہوئے نرمی کے ساتھ بیٹھے لہجے میں بات کرنے والے لوگوں کو مخلوق عزیز رکھتی ہے۔ چیخ کر بولنے سے اعصاب میں کھنچاؤ Tension پیدا ہوتا ہے اور اعصابی کھنچاؤ سے بالآخر آدمی دماغی مریض بن جاتا ہے۔

سمندر

اللہ تعالیٰ کی ذات لا متناہی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم بھی لا متناہی ہے آدم کو اللہ نے جو علم عطا کیا وہ بھی لا متناہی ہے۔ یہ علم سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ جب آدم کی حیثیت فرشتوں سے افضل قرار پائی تو کائنات میں موجود تمام انواع و موجودات سے آدم افضل ہو گیا۔ اس لئے کہ آدم کے پاس لا متناہی صفاتی علم ہے۔ اللہ کی صفات کیا ہیں؟ اللہ بحیثیت ذات خالق ہے اور اللہ کی تمام صفات بحیثیت خالق کائنات کے تخلیقی عناصر اور تخلیقی فارمولے ہیں۔ یہی وہ امانت ہے جو آدم کو اللہ نے اپنی رحمت خاص سے عطا فرمائی ہے۔

بری بات

اللہ نے ایک تصویر بنائی، ایسی خوبصورت تصویر جو اپنے توازن اعتدال، معین مقداروں، رنگ و روپ، جذبہ و کشش اور حسن کے معیار میں منفرد ہے، یکتا ہے، بے مثال ہے، یہ تصویر دیکھتی بھی ہے، سنتی بھی ہے، بولتی بھی ہے محسوس بھی کرتی ہے اور دوسروں کا دکھ درد بھی بانٹتی ہے۔ اگر کوئی بندہ اس تصویر کو داغ دار کرنا چاہے اور اپنے ظلم و جہالت سے تصویر کو خراب کر دے تو یقیناً یہ سب سے بری بات ہے۔

محدود

فعل و عمل میں اپنی ذات کو اولیت دے کر جو خول وجود میں آتا ہے وہ انسان کا رشتہ لازمانیت اور لامکانیت سے منقطع کر دیتا ہے۔ وہ ایک محدود دائرے کے اندر سوچتا سمجھتا اور محسوس کرتا ہے۔ کائنات ایک ماوراء الما اور لا محدود ہے جن لوگوں نے اپنے اعمال و افعال کا مرکز و منتہا اللہ کو بنالیا اور خود کو لا محدود ہستی کے حوالے کر دیا ہر چیز کو اللہ کے واسطے سے پہچانتے ہیں۔ ان کے اندر الہی روح آشکار ہو جاتی ہے۔

ضابطہ حیات

قرآن مجید ہمیں ایسی اخلاقی اور روحانی قدروں سے آشنا کرتا ہے جن میں زمان و مکان کے اختلاف سے تبدیل نہیں ہوتی اور ایسے ضابطہ حیات سے متعارف کرتا ہے جو دنیا میں رہنے والی ہر قوم کے لئے قابل عمل ہے۔ اگر قرآن کی بتائی ہوئی اخلاقی اور روحانی قدریں سوئٹزرلینڈ کی منجمد فضاؤں میں زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو افریقہ کے تپتے ہوئے صحرا بھی ان قدروں سے مستفیض ہوتے ہیں۔

ورائے بے رنگ

ہر پیدا ہونے والی شے میں کسی نہ کسی رنگ کا غلبہ ضرور ہوتا ہے۔ کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو بے رنگ ہو۔ یہ رنگ اور بے رنگ دراصل خالق مخلوق کے درمیان ایک پردہ ہے۔ خالق کو مخلوق سے جو چیز الگ اور ممتاز کرتی ہے وہ رنگ ہے۔ انسان کے اندر جب تخلیقی صفات کا مظاہرہ ہوتا ہے یا اللہ اپنے فضل سے تخلیقی صلاحیتوں کا علم بیدار کر دیتا ہے تو بندے کے اوپر یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ کوئی بے رنگ خیال جب رنگین ہو جاتا ہے تو تخلیق عمل میں آ جاتی ہے۔ اللہ بحیثیت خالق ورائے بے رنگ ہے۔

شہد کا پیالہ

آئیے! سراغ لگائیں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے دشمن حاکم اور ہم محکوم بن گئے ہیں۔ دو جوہات ہیں۔ دنیا کی محبت اور مرنے کا خوف۔ ایک باہمت اور بہادر انسان جس کا دل خالق کائنات کی محبت میں سرشار ہے موت کے کرخت وجود کو اپنے سامنے دیکھ کر مسکراتا ہے۔ تاریخ میں ایسے بے شمار افراد کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے جام شہادت اس طرح ہنستے مسکراتے پی لیا جیسے شہد کا پیالہ ہو۔

شوہر

بیوی کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ احسن الخالقین کی ایسی صنعت ہے جس کو اللہ نے تخلیق آدمیت اور اس کی نشوونما کا مظہر بنا دیا ہے۔ شوہروں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری فراخ دلی کے ساتھ رفیقہء حیات کرنے کے لئے جدوجہد اور دوڑ دھوپ کرنا پاکیزہ عمل ہے۔ اس عمل کو انجام دینے سے نہ صرف یہ کہ دنیا میں ازدواجی زندگی کی نعمت ملتی ہے بلکہ اچھا اور مخلص شوہر آخرت میں بھی اجر و انعام کا مستحق بنتا ہے۔

روشن لفظ

یہاں ہر چیز لہروں کے دوش پر رواں دواں ہے، یہ لہسریں جہاں زندگی کو خوش آرام بناتی ہیں۔ مصیبت و ابتلا میں بھی مبتلا کر دیتی ہیں۔ نور کے قلم سے نکلی ہوئی ہر لکیر نور ہے اور نور جب مظہر بنتا ہے تو روشنی بن جاتا ہے روشنی کم ہو جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ آدم نے اس اندھیری دنیا میں قید ہونے کو معراج سمجھ لیا ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہے کہ اسے روشنی کے سمندر سے چند قطرے مل جائیں۔

گرم لہریں

محبت پر سکون زندگی اور اطمینان قلب کا ایک ذریعہ ہے، کوئی انسان جس کے اندر محبت کی لطیف لہریں دوڑ کرتی ہیں وہ مصائب و مشکلات اور پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے چہرے میں ایک خاص کش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف نفرت کی کثیف، شدید اور گرم لہریں انسانی چہرہ کو جھلس دیتی ہیں اور دماغ کو اتنا بوجھل اور تاریک کر دیتی ہیں کہ زندگی میں کام آنے والی لہریں مسموم اور زہریلی ہو جاتی ہیں اس زہر سے انسان طرح طرح کے مسائل اور قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

نجوم

عالم رنگ و بو میں جتنی بھی مخلوق ہے وہ سب آپس میں ایک برادری ہے۔ کہکشانی سیارے ہوں یا اُن سیاروں میں بسنے والی نوعیں یا نوعوں میں الگ الگ افراد ہوں۔ سب کے اندر ایک ہی خون دور کر رہا ہے۔ سب کی پیدائش ایک ہی فارمولے کے تحت عمل میں میں آرہی ہے۔ سمندر، پہاڑ، آفتاب و نجوم سب انسان کے بھائی ہیں۔

KSARS

قلب

مٹی صرف خود کو پہچانتی ہے اور اپنے ایک ایک عضو کو اپنی کوکھ سے وابستہ رکھتی ہے۔ مٹی کو اگر ایک فرد مان لیا جائے تو مٹی سے پیدا ہوئی ہر چیز مٹی کا اعضا ہیں۔ تانبا، لوہا، جواہرات، سونا، چاندی وغیرہ مٹی کے وہ اعضا ہیں جن پر مٹی کا تشخص قائم ہے۔ آدمی کا جسم بھی مٹی ہے لیکن آدمی چونکہ اللہ کی امانت کا امین ہے اس لئے مٹی کا شعور آدمی کو دوسرے اعضا کے مقابلے میں اپنا قلب سمجھتا ہے اور جب کسی جسم میں قلب متاثر ہو جاتا ہے۔ تو بالآخر جسم مفلوج اور ناکارہ بن جاتا ہے مفلوج اور ناکارہ جسم کی حیثیت زمین پر بوجھ کے سوا کچھ نہیں رہتی۔

ٹائم اینڈ اسپیس

اللہ کے جو بندے روحانی آگہی کے ناپید اکنار سمندر میں اتر جاتے ہیں ان کے اوپر سے ٹائم اسپیس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور زمان سے پیدا شدہ تمام عوامل رنج و غم، پریشانی و اضطراب، تفکر و تردد سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں۔ جب کوئی بندہ اس دائرہ کار میں منتقل ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر انعام و اکرام کی بارش ہونے لگتی ہے اور ساری کائنات اس کے گرد گھومتی ہے۔

KSARS

فلم

عالم انسانی کے قدسی نفس حضرات وہ ہیں جو اپنے اندر کام کرنے والے کہکشانی نظام سے باخبر ہوتے ہیں۔ جب کوئی بندہ اپنے INNER سے واقف ہو جاتا ہے اور آنکھوں کے سامنے سے Time and Space کا پردہ اٹھ جاتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ سب کچھ اُس کے اندر ہے۔ انسان کے اندر ایک نقطہ ہے اور یہ نقطہ کائنات کی مائیکرو فلم ہے۔ اس نقطہ کو جب پھیلنے اور نشر ہونے کا موقع دیا جاتا ہے تو ساری کائنات دماغ کی اسکرین پر فلم بن کر متحرک ہو جاتی ہے۔

قرآن

نوع انسانی کے لئے معاشرتی، علمی، اخلاقی اور روحانی ترقیوں کے اصول و قواعد کھول کھول کر قرآن حکیم میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ قرآن نوع انسانی کا ورثہ ہے۔ نوع انسانی میں جو قوم اس ورثہ سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے قرآن اس کی رہنمائی کرتا ہے اور جو قوم اس ورثہ سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتی قرآن اس کی رہنمائی نہیں کرتا۔

کندن

کائنات کی تخلیق دور خوں پر کی گئی ہے۔ ایک رخ سے دوسرا رخ ایک مرحلہ ہے اور ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں قدم رکھنا ایک امتحان ہے۔ آپ ذرا اس بچے کا تصور کیجئے جو کمرہ امتحان میں بیٹھ کر جب پرچہ سامنے آئے تو بجائے پرچہ حل کرنے کے رونا شروع کر دے، فریاد کرنے لگے اور احتجاج کرے کہ میرا امتحان کیوں ہو رہا ہے۔ نشوونما اور انسانیت کی فلاح اور ترقی کندن ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ امتحان کی بھٹیوں سے گزر کر ہی سونا کندن بنتا ہے۔ نوع انسانی ان بھٹیوں سے نہ گزری ہوتی تو آج بھی لوگ غاروں میں مکین ہوتے۔

ماحول

یہ بات کس کے علم میں نہیں ہے؟ آدمی اگر پچاس کمروں کا مکان بھی بنانے تو سوئے گا وہ ایک چار پائی کی جگہ۔ ہوس زر میں اگر سونے چاندی کے خزانے جمع کرے مگر پیٹ کے ایندھن کے طور پر وہ دوہی روٹی کھاتا ہے۔ مصنوعی روشنیوں اور خوشبوؤں سے ماحول کو کتنا ہی رنگین اور معطر کر لیا جائے آدمی کے اندر موجود سڑاند کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔

کاروبار

مسلمانوں کے پاس روحانی علوم کا جتنا بڑا سرمایہ موجود ہے وہ اسی مناسبت سے مفلوک الحال ہے مسلمان کے اسلاف نے اس کے لئے حاکمیت اور تسخیر کائنات کے بڑے بڑے خزانے ترکے میں چھوڑے ہیں لیکن مسلمان وہ بد نصیب قوم ہے جس نے ہیرے کو پتھر کہہ کر پھینک دیا اور اس خزانے سے مستفیض ہونے کی صلاحیت کھو بیٹھا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ مصلحتوں کے پیش نظر مسلمان کو تفکر کی راہ سے ہٹا دیا گیا ہے اس کے سامنے ایسی نہج آگئی جہاں اس کا ہر عمل کاروبار بن گیا ہے۔

مول کی آنکھ

انسان پیدا نش کے بعد سے بڑھاپے تک مسلسل ایک جنگ لڑتا رہتا ہے۔ وہ ہر حال میں فتح یاب ہو کر سُرخ رو ہونا چاہتا ہے لیکن بالآخر جیت بڑھاپے کی ہوتی ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ موت بڑھاپے کے اوپر چھا جاتی ہے۔ حیات کی ابتداء کتنی ہی شاندار کیوں نہ ہو ہر آن اور ہر لمحہ انسان کو موت کی آنکھ گھورتی رہتی ہے۔

قائم ووائم

پیدائش سے موت تک کی زندگی کا احاطہ کیا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں پیدائش کے بعد ایام رضاعت (بچپن) میں لڑکپن میں جوانی اور بوڑھاپے میں اللہ وہ تمام ضروریات اور وسائل فراہم کرتا ہے جن کی آدمی کو ضرورت پڑتی ہے سورج چاند یا زمین کے اندر وسائل پیدا کرنے کی صلاحیت ایک مرکز کے تحت آدمی کی خدمت گزاری میں مصروف ہے۔ خدمت کا یہ سلسلہ ایک مخصوص نظام اوقات اور قانون کے تحت قائم و دائم ہے ایسا قانون جو اللہ نے خود بنایا ہے اور خود اس کو جاری رکھے ہوئے ہیں

مشاہدہ

اللہ کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتا ہے اور اس خدمت کا کوئی صلہ نہیں چاہتا بندہ جب اختیاری طور پر اس طرز فکر کو اختیار کر لیتا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی مخلوق کے کام آئے تو اسے قلندر شعور منتقل ہو جاتا ہے اس کے مشاہدات میں بے شمار ایسے واقعات آتے ہیں کہ اس کے اندر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے جو کچھ ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے وہ سب ایک فلم ہے۔

کسان

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق پرندے اربوں کھربوں کی تعداد میں دانہ چگتے ہیں لیکن یہ معمہ حل نہیں ہوتا کہ کسان جب کھیتی کاٹتا ہے تو ایک دانہ نہیں چھوڑتا ان پرندوں کے لئے کوئی مخصوص کاشت نہیں ہوتی تو پھر یہ پرندوں کے لئے کوئی مخصوص کاشت نہیں ہوتی تو پھر یہ پرندے کہاں سے کھاتے ہیں؟ قانون یہ ہے کہ پرندوں کا غول جب زمین پر اس ارادے سے اترتا ہے کہ ہمیں دانہ چگنا ہے تو اس سے پہلے کہ ان کے پنجے زمین پر لگیں قدرت وہاں دانہ پیدا کر دیتی ہے۔ اگر پرندوں کا غذا کا دار و مدار کسان پر ہوتا تو سارے پرندے بھوک سے مر جاتے۔

لفظ

اللہ کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ایک لفظ میں ساری کائنات کو سمو دیا ہے اس لفظ میں اربوں کھربوں بلکہ انگنت عالم بند ہیں۔ یہ لفظ جب عکس ریز ہوتا ہے تو کہیں عالم ملکوت و جبروت آباد ہو جاتے ہیں اور کہیں کہکشاں نظام اور سیارے مظہر بن جاتے ہیں۔ کتنی اہم بات ہے یہ لفظ ہر آن ہر لمحہ نئی صورت میں جلوہ فگن ہو رہا ہے۔

کم وسعت

زمین میں بہت سی جڑی بوٹیاں ایسی پائی جاتی ہیں جن کے بیج خشکاش سے بیس گنا چھوٹے ہوتے ہیں قدرت نے ان کے اندر دو جڑی ہوئی پتیاں ڈنڈی جو جڑیں بن کر زمین پر پیوست ہو جاتی ہیں۔ ایک گرہ جو ڈنڈی بنتی ہے اور اس بیج میں جڑ پکڑنے سے پہلے چند روز کی غذا محفوظ رکھتی ہے۔ اے عقل والو، غور کرو! تدبر کے ساتھ کائنات کے اندر جھانک کر دیکھو اور اندازہ لگاؤ کہ اتنے کم وسعت بیج میں جب قدرت نے زندگی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ کر دیا ہے تو اللہ کے نائب انسان میں کتنے خزانے محفوظ ہوں گے۔

مذہب

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اپنی جگہ اہم ہیں، فرض ہیں، ضروری ہیں اسلئے کہ ان ارکان کی ادائیگی سے رُوح کو تقویت ملتی ہے رُوحانی صلاحیتیں متحرک اور بیدار ہوتی ہیں لیکن یہاں معاملہ الٹا اور برعکس ہے کہ یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ رُوح کی صلاحیتیں ہمارے اندر موجود بھی ہیں یا نہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم عمل تو کرتے ہیں عمل کی حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

KSARS

شان و شوکت

انفرادی یا اجتماعی جہد و جہد کے نتیجے میں ترقی نصیب ہوتی ہے اور انفرادی یا اجتماعی تساہل یا عیش پسندی کے نتیجے میں قوموں کو عروج کے بجائے زوال نصیب ہوتا ہے۔ ترقی کے یہی دورخ ہیں توقیر کی ایک حالت یہ ہے کہ کسی فرد یا کسی قوم کو دنیاوی عزت، دنیاوی دبدبہ اور دنیاوی شان و شوکت نصیب ہو۔ ترقی کا دوسرا رخ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ظاہری حالت میں رہتے ہوئے جس فرد یا قوم کی رسائی غیب کی دنیا تک ہوتی ہے دراصل وہی اصلی ترقی اور شان و شوکت ہے۔

شاگرد

ہم پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے؟ اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے تمام انسان، حیوانات عالم ارواح میں موجود تھے۔ عالم ارواح سے منتقل ہو کر عالم ناسوت (مادی دنیا) میں آگئے لیکن جب ہم عالم ارواح کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تو یہ بات تشریح طلب بن جاتی ہے۔ عالم ارواح کیا ہے؟ عام ارواح کا علم لا متناہی علم ہے لیکن اللہ نے جن لوگوں کو یہ علم عطا کیا وہ اس علم سے روشناس ہیں اور علم اپنے شاگردوں کو منتقل کر دیتے ہیں۔

زندگی

قلندر شعور وہ تمام بت پاش پاش کر دیتا ہے جو انسان کو ماحول سے ورثے میں ملتے ہیں، بے یقینی کا بت، بھوک و افلاس سے خوف کا بت موت کے ڈر کا بت عزت اور بے عزتی کا بت۔ طلسماتی دنیا زیر اور زبر ہو جاتی ہے تو انز inner میں یقین کا ایک ایسا پیڑ بن جاتا ہے جہاں نظر اللہ کے سوا کچھ نہیں دیکھتی دل اللہ کے سوا کسی اور کو محسوس نہیں کرتا جہاں علم بے عمل جہالت ہے اور جہاں بے یقینی شرک ہے اور یقین جاودانی زندگی ہے۔

شراب

پانی اور مے کوئی الگ الگ چیز نہیں ہے۔ پانی ہو یا شراب دونوں ایک ہی فارمولے کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پانی میں تخلیقی فارمولے براہ راست کام کر رہے ہیں اور شراب تخلیقی فارمولوں میں رد و بدل کے ساتھ بنتی ہے شراب کے نام پر لوگ جھگڑتے ہیں آخر وہ کیوں ان رموز و نکات پر غور نہیں کرتے شراب مٹی ہے، ساغر بھی مٹی ہے۔ ہم خود مٹی ہیں ہم ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں تو ہماری مٹی سے پھر ساغر بن جاتا ہے۔

خلا

قرآن کی آیتوں میں تفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علم کی بنیاد روشنی ہے لیکن آدمی تو یہ بھی نہیں جانتا کہ روشنیاں طبیعت اور ماہیت رکھتی ہیں اور روشنیوں میں رجحانات بھی ہوتے ہیں۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ روشنیاں ہی زندگی ہیں۔ روشنیاں ہی زندگی کی حفاظت کرتی ہیں۔ آدمی صرف مٹی کے پتلے سے واقف ہے، اس پتلے سے جس کے اندر اس کی اپنی کوئی زندگی موجود نہیں جو سڑاؤ اور خلا سے بنا ہے اور اس کے اندر اپنی ذاتی کوئی حرکت موجود نہیں ہے۔

خسارہ

آسمان علم آگہی کے خورشید منفرد اور تسخیر کائنات کے فارمولوں کے ماہر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:
اے منافقو! کلام نبوت سنو۔ آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرنے والو! حق کو مخلوق کے عوض بیچنے والو، باقی کو فنا کے بدلے
کاروبار کرنے والو، تمہارا بیوپار سراسر خسارے کا سودا ہے، تمہارا سرمایہ تمہیں بربادی کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے۔ افسوس تم پر،
تم اللہ کے غضب کا ہدف بن رہے ہو۔

تفکر

موجودہ نسل اتنی باشعور ہو چکی ہے کہ اس کے لئے کوئی بات اس وقت قابل قبول ہے جب اُسے فطرت کے مطابق پیش کیا جائے۔ سائنس کی ترقی نے انسانی ذہن کو بڑی حد تک بالغ کر دیا ہے ہماری نسل کے بالغ اور باشعور افراد جب اپنے اسلاف کے ورثہء علم کو فطری قوانین اور سائنسی وجوہات کے مطابق سمجھنا چاہتے ہیں تو انہیں یہ کہہ کر حنا مویش کر دیا جاتا ہے کہ مذہب چون و چرا نہیں چاہتا حالانکہ قرآن ہر قدم پر تفکر کی کھلی دعوت دے رہا ہے۔

تحقیق

سائنسی تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نباتات جمادات، حیوانات اور انسان ایک برقی نظام کے تحت رواں دواں ہیں۔ انسانی جسم سے حاصل ہونے والی ایک بجلی کی طاقت ٹارچ یا جیبریٹ ریڈیو چلانے کے لئے کافی ہے۔ یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کسی درخت کے پتے پر مکھی بیٹھ کر اُس کے ریشوں کو حرکت دیتی ہے تو اس پتے میں برقی رد و دوڑنے لگتی ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر بجلی پیدا ہوتی رہتی ہے اور پورے جسم میں دور کر کے آرتھ ہو جاتی ہے۔

حیوان اور غیر ناطق

انسان ایک ایسا حیوانِ ناطق ہے جو الفاظ کی لہروں کے ذریعے اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے حیوان جن کو حیوانِ غیر ناطق کہا جاتا ہے اپنے خیالات الفاظ کا سہارا لئے بغیر دوسروں تک منتقل کرتے ہیں اور دوسرے حیوان ان خیالات کو قبول کرتے اور سمجھتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ الفاظ کا سہارا لئے بغیر بھی خیالات اپنے پورے معنی اور مفہوم کے ساتھ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

بہاؤ

روزہ جسمانی امراض کا مکمل علاج ہے اور روحانی قدروں میں اضافہ کرنے کا ایک موثر عمل ہے۔ برائیوں سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے۔ روزہ رکھنے سے جسمانی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور آدمی کے اندر لطیف روشنیوں کا بہاؤ تیز تر ہو جاتا ہے۔ روشنیوں کے تیز بہاؤ سے آدمی کے ذہن کی رفتار بڑھ جاتی ہے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آدمی کے سامنے فرشتے آ جاتے ہیں۔ اور غیب کی دنیا میں خود کو چلتے پھرتے دیکھ لیتا ہے۔

خوشی

خدا وہ ذات ہے اور رب وہ ہستی ہے جو سب کے دل میں موجود ہے جس طرح دل کی حرکت کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اس طرح خدا کے بغیر دل کی حرکت کا تصور بے معنی ہے۔ خدا سب کا دوست ہے اور ایسا دوست ہے جو بار بار ہر جہنم میں، پنگوڑے میں، لڑکپن میں، جوانی میں، بوڑھاپے میں ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ جہاں ہم ایک ہوں وہاں دو سر خدا ہے جہاں ہم دو ہیں وہاں تیسرا خدا ہے۔

دافع بلیات

مطالعہ کائنات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن میں وضو، نماز، صوم و زکوٰۃ، حج طلاق وغیرہ وغیرہ پر ڈیرھ سو آیات ہیں تسخیری فارمولوں اور مطالعہ کائنات کے متعلق سات سو چھپن آیتیں ہیں۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس میں چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے لیکن مسلمان نے جب اس کتاب کو محض آفات و بلیات سے نجات کا ذریعہ سمجھ لیا ہے اس کتاب کے اندر تسخیری فارمولوں اور کائناتی اسرار اور موز سے محروم ہو گیا۔

سچ اور جھوٹ

انسان دراصل ایک درخت ہے اور اس کی زندگی کے اعمال و کردار اس درخت کے پھل ہیں۔ درخت اپنی جڑ سے نہیں اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہی صورت حال انسانی اعمال کی ہے صداقت کا فیصلہ ماخذ سے نہیں اس کے نتائج سے مرتب ہوتا ہے انسان کا خود اپنا عمل اس کا یقین ہے کہ وہ خود سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ کسی عمل کو پرکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ عمل معاشرہ پر کس طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔ اگر اس عمل میں سچائی گہرائی اور فطرت موجود ہے تو یہ عمل صحیح اور سچا ہے۔

ذاتی وصف

جب ہم عقل و شعور کا موازنہ کرتے ہیں تو کوئی آدمی ہمیں زیادہ باصلاحیت نظر آتا ہے، کوئی آدمی کم صلاحیت اور کوئی آدمی بے عقل ہوتا ہے۔ سائنس خلاء میں چہل قدمی کا دعویٰ کر سکتی ہے لیکن ایسی کوئی مثال سامنے نہیں آئی کہ بے عقل آدمی کو عقل مند بنا دیا گیا ہو اللہ ہی اپنی مرضی سے عقل و شعور بخشتا ہے، آدمی کے اندر فکر و گہرائی عطا کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا ذاتی وصف ہے۔ لیکن جب وہ فکر و گہرائی اُن سے چھین لی جاتی ہے تو اس وقت وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

صناعی

موجودات میں ہر چیز کی بنا (Base) پانی ہے جو صعود و نزول میں رواں دواں ہے۔ ماں کے پیٹ میں یہی پانی شکل بدل کر بچے کی غذا بنتا ہے۔ پھر یہی پانی دودھ بن جاتا ہے، آم کے درخت میں آم، بیر کے درخت میں بیر، سیب کے درخت میں سیب اور کیلے کے درخت میں کیلا بنتا رہتا ہے یعنی میٹر یا مادہ ایک ہے مختلف درختوں میں جا کر مختلف صورت میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔

یاد لیج العجائب! یہ کیسی صناعی ہے اور کیسی عظیم الشان خود مختار قدرت ہے۔

حاکم اعلیٰ

جب کسی بندے کے اندر یہ بات یقین بن جاتی ہے کہ اس کائناتی نظام میں ہر چھوٹی سے چھوٹی حرکت اور بڑی سے بڑی شے اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے تحت قائم ہے تو اس کے اندر ایک یقین کا پیٹرن بن جاتا ہے۔ اس پیٹرن کو جب تحریکات ملتی ہیں اور زندگی میں مختلف واقعات پیش آتے ہیں تو ان واقعات کی کڑیاں اس قدر مضبوط، مستحکم اور مربوط ہوتی ہیں کہ آدمی یہ سوچنے اور ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کائنات کا حاکم اعلیٰ اللہ ہے۔

عالمین

زندگی کی اچھی دستاویز رکھنے والا انسان خدا کے ساتھ قریبی تعلق رکھتا ہے اور خدا کی قربت سے لطف اٹھاتا ہے۔ خدا کا ملاپ اسے بے طلب اور بے توقع ملتا ہے۔ وہ زندگی کی ہر سانس میں خدا سے قربت محسوس کرتا ہے، خدا کو اپنے اندر جلوہ گرد دیکھتا ہے، جو خدا کہتا ہے وہ سنتا ہے جو کچھ خدا سے کہتا ہے خدا اُسے قبول کر لیتا ہے۔ پھر اس پر زندگی کے وہ راز منکشف ہوتے ہیں جو عالمین کو معلوم نہیں۔

جھاڑو

ہر آدمی یہ بات جانتا اور سمجھتا ہے کہ خاندان کے افراد جب تک مل جل کر یک جانی جذبات کے ساتھ رہتے ہیں ان کی ایک حیثیت ہوتی ہے۔ ان کی اپنی ایک آواز ہوتی ہے۔ ان کی ایک اجتماعی قوت ہوتی ہے، جھاڑو کے تنکے الگ الگ کر دیئے جائیں اور ہر تنکے سے الگ الگ ضرب لگائی جائے چاہے اس کی تعداد ایک ہزار تک ہو، چوٹ نہیں لگتی۔ لیکن ایک ہزار تنکوں کو ایک جگہ باندھ کر چوٹ لگائی جائے تو جسم پر نیل پڑ جائے گا۔

آفات

دنیا میں افراتفری کا ایک عالم برپا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی الجھن میں گرفتار ہے۔ ذہنی سکون ختم ہو گیا ہے۔ عدم تحفظ کے احساس سے حزن و ملال کے سائے گہرے اور دبیز ہو گئے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ ہم آفاتِ ارضی و سماوی کی یلغار کی زد میں ہیں۔ ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے دیکھا جائے تو فرمانِ خداوندی کے بموجب انسانی معاشرہ میں آباد لوگوں کے جراثیم اور ان کی خطاکاریاں آفتوں اور ہلاکتوں کو دعوت دیتی ہیں۔

کفالت

استغنا سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی روپے پیسے کی طرف سے بے نیاز ہو جائے۔ روپے پیسے اور خواہشات سے کوئی بندہ بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ضروریات زندگی اور متعلقین کی کفالت ایک لازمی امر ہے اور اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ استغنا سے مراد یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کرے اس عمل میں اس کے ساتھ اللہ کی خوشنودی ہو اور اس طرز فکر یا عمل سے اللہ کی مخلوق کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔

احساس کمتری

آپ ذرا لالچ، طمع اور ہوس زر کی بندشوں کو توڑ کر دیکھئے کتنا سکون ملتا ہے۔ دنیا کا کوئی آدمی برا نہیں خیالات اچھے یا برے ہوتے ہیں۔ آپ کے پاس اگر دولت ہے۔ اسے اللہ کی راہ میں سسکتی، روتی اور کراہتی ہوئی مخلوق پر خرچ کیجئے۔ جو کچھ آپ کے پاس ہے اس شکر بجالائیے جو نہیں ہے اس پر کڑھئیے نہیں۔ احساس کمتری سے خود کو دور رکھیے۔ قدر و منزلت، شرافت و نجات کا معیار دولت نہیں۔ ہر آدمی کے پاکیزہ اور زندہ خیالات ہیں۔

گوئنگے بہرے

نوع انسانی کے عاقل اور بالغ شعور افراد زمینی اور آسمانی مناظر اور مظاہرہ کا مطالعہ کریں اور عقل و دانش کی گہرائیوں سے ان پر غور کریں۔

”آپ کہہ دیجئے، مشاہدہ کرو جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ کیا تم مشاہدہ نہیں کرتے؟ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟ کیا تم تدبر نہیں کرتے؟ خدا کی نظر میں بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو گوئنگے بہرے ہیں یعنی گوئنگے بہرے جیسی زندگی گزارتے ہیں اور تدبر سے کام نہیں لیتے۔“ (قرآن)

نسلی تشخص

ہمارا دوست خدا ہمیں تسلسل کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہے کہ ہمارا نسلی تشخص برقرار رہے۔ پیدائش کا عمل ایک ہونے کے باوجود کائنات کے ہر وجود کی اپنی الگ ایک شناخت ہے جب ہماری ”زمین ماں“ ہمارے دکھ سکھ ختم کرنے کے لئے ہمیں اپنی آغوش میں اس طرح سمیٹ لیتی ہے کہ مادی وجود معدوم ہو جاتا ہے تو خدا ہمارا دوست ہمیں دوسری دنیا میں نسلی سلسلہ کے خلاف پیدا کر دیتا ہے۔ مرنے جینے کا یہ سلسلہ ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔

نمونہ

فاصلوں کی جگڑ بند یوں میں پھنسے ہوئے انسان صلاحتیں موجود ہیں کہ زمین کی طنائیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک سیارے سے دوسرے سیارے، ایک نظام شمسی سے دوسرے نظام شمسی تک کے فاصلے خالق کائنات نے اس کو جو بصارت عطا کی ہے وہ مکانی اور زمانی فاصلوں سے ماوراء ہے۔ آدمی کو اس کے بنانے والے نے خلاصہ کائنات بنا کر اپنی تخلیق کا اعلیٰ ترین نمونہ بنایا ہے۔

KSARS

برتری

زمین بیمار اور عضو ضعیف کی مانند کرا رہی ہے۔ خدا را میرے اور اپنے اوپر رحم کرو۔ مگر کوئی کان ایسا نہیں جو اس کی سسکتی ہوئی اور غم میں ڈوبی ہوئی آواز کو سنے۔ اپنی برتری حاصل کرنے کے لئے قوموں نے ایسے ایسے ہتھیار بنائے ہیں جن کے اوپر موت منڈ لارہی ہے اور ان ہتھیاروں کی موت چار ارب انسانوں کا پیش خیمہ ہے۔ ایک مرتبہ جب کوئی چیز وجود پالیتی ہے تو اس کا استعمال لازمی ہو جاتا ہے۔

مراقبہ

بے قراری، عدم سکون اور اضطراب سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے اسلاف سے جو ہمیں ورثہ ملا ہے اس کا نام مراقبہ ہے۔ مراقبہ کے ذریعے ہم اپنے اندر مخفی صفات کو منظر عام پر لا سکتے ہیں۔ خوف و دہشت میں مبتلا، عدم تحفظ کے احساس میں سسکتی اور مصائب و آلام میں گرفتار نوع انسانی کے لئے مراقبہ ایک ایسا لائحہ عمل ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل کر کے زندہ قوموں کی صفوں میں ممتاز مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا

قرآن کو اس عزم، اس دلولے اور ہمت کے ساتھ پڑھئے کہ اس کی نورانی کرنوں سے ہمیں اپنی زندگی سنوارنی ہے۔ قرآن آئینے کی طرح آپ کے اندر ہر داغ اور ہر دھبے نمایاں کر کے پیش کرتا ہے قرآن ایک ایسی انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ قرآن میں بیان کردہ نعمتوں سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

KSARS

لوح محفوظ

زندگی کا ہر عمل اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ جس چیز کا وجود اس دنیا میں ہے یا آئندہ ہو گا وہ کہیں پہلے سے موجود ہے یعنی دنیا میں کوئی چیز اس وقت تک موجود نہیں ہو سکتی جب تک وہ پہلے سے موجود نہ ہو کوئی آدمی اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے کہیں موجود تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز، دن رات اور ماہ و سال کے وقفے پہلے سے ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ ہیں یہ ریکارڈ کائناتی فلم یا ”لوح محفوظ“ ہے۔

اسکرین

جسم انسانی کے اوپر ایک اور انسان ہے جو روشنیوں کا بنا ہوا ہے جتنی بیماریاں الجھنیں اور پریشانیاں انسان کے اوپر آتی ہیں روشنیوں کے انسان میں آتی ہیں۔ گوشت پوست کے خاکی جسم میں نہیں ہوتیں۔ جسم دراصل ایک اسکرین ہے اور روشنیوں کا انسان فلم ہے۔ فلم میں سے اگر داغ دھبوں کو دور کر دیا جائے تو اسکرین واضح اور صاف نظر آتی ہے۔ بالفاظ دیگر روشنیوں کے انسان میں سے بیماریوں کو نکال دیا جائے تو جسم خود بخود صحت مند ہو جاتا ہے۔

KSARS

رضائے الہی

اولیاء اکرام اور عارف باللہ کشف اور الہام سے وابستہ ہوتے ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے کشف اور الہام کی طریزیں ان کے ذہنوں میں اتنی مستحکم ہو جاتی ہیں کہ وہ مظاہر کے پس پردہ کام کرنے والے حقائق سمجھنے لگتے ہیں اور ان کا ذہن مشیت الہیہ کے اسرار و رموز کو جو براہ راست دیکھتا اور سمجھتا ہے اور پھر وہ قدرت کے رازدار بن جاتے ہیں۔ ان روحانی مدرج کے دوران ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ ان حضرات کا ذہن، ان کی زندگی اور زندگی کا ایک ایک عمل رضائے الہی کے تابع ہو جاتا ہے۔

تخت

ایک چیونٹی نے جلیل القدر پیغمبر اور عظیم الشان بادشاہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی دعوت کی۔ آپ کے لشکر میں انسانوں کے علاوہ جنات، پرند، چرند، درند سبھی شامل تھے۔ ہواؤں اور موسموں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ میزان چیونٹی کو حضرت سلیمانؑ نے اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور پوچھا۔ ”بتا تیری سلطنت بڑی ہے یا میری؟ چیونٹی نے کہا۔“ کس کی سلطنت پر عظمت ہے یہ بات تو اللہ معلوم ہے مگر میں یہ جانتی ہوں کہ اس وقت میرا تخت سلیمان کا ہاتھ ہے۔“

فنا

زمین کا ہر ذرہ آدم کی تصویر کا عکس ہے لیکن یہی ایک ذرہ جب متشکل اور مجسم ہو جاتا ہے تو فنا کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ آدمی مٹی میں دفن ہو کر پھر مٹی بن جاتا ہے۔ مٹی کے ذرات بوقلمونی کے ساتھ پھر متشکل اور مجسم ہو جاتے ہیں اور پھر فنا کے راستے پر چل کر مٹی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ تحلیل نفسی کے اس مسلسل اور متواتر عمل سے آدمی کے اندر مٹی کی جفائیں برداشت کرنے کی سکت پیدا ہو جاتی ہے۔

تعصب

محبت سراپا اخلاص ہے، نفرت مجسم غیظ و غضب اور انتقام کے خدو خال پر مشتمل ہے۔ غصہ بھی نفرت کی ایک شکل ہے۔ قرآن کہتا ہے ”جو لوگ غصہ کو کھاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اللہ ایسے احسان کرنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔“ نفرت کا ایک پہلو تعصب بھی ہے۔ رسول اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تعصب پر جیا اور مرادہ مجھ سے نہیں ہے۔ تعصب کرنے والا بندہ رسول اللہ (ﷺ) کی شفاعت سے محروم رہتا ہے۔

فتنہ

کیسی عجیب بات ہے کہ بندہ اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ، اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ اور اپنی پوری دانائی کے ساتھ فتنوں سے قریب ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے۔ یاد رکھیے ہر وہ چیز جو عارضی ہے حقیقت نہیں ہوتی اور جو چیز حقیقی نہیں ہے وہ حق سے قربت حاصل نہیں کر سکتی۔ مال ہو یا اولاد یہ سب عارضی تصویریں ہیں۔ بندہ جب ان عارضی تصویروں کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے تو یہ سب اس کے لئے مصیبت اور فتنہ بن جاتی ہیں۔

آزادی

یہ بھری پُری دنیا ایک طلسم کدہ ہے۔ اس میں ایسا جادو ہے کہ اس کو سمجھنا رتی، ماشہ تولنے والی عقل کے بس کی بات نہیں، غور کیا جائے تو ساری دنیا مٹی ایک کھلونا ہے جس کا مقدر بالآخر ٹوٹ کر بکھر جانا ہے۔

پابند زندگی کی حقیقت شراب کے ایک گھونٹ کی ہے۔ مل گیا تو فہما اور نہ بھی ملا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ شراب چاہئے جس کا ایک گھونٹ مجھے ٹائم اسپیس کی قید و بند سے آزاد کر دے۔

KSARS

کشک

دوستوں کی صحبت میں بیٹھ کر وہی رجحانات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں جو دوستوں میں کام کر رہے ہیں قلبی لگاؤ اسی سے بڑھانا چاہئے جس کا ذوق افکار و خیالات اور دوڑ دھوپ اسوہ حسنہ کے مطابق ہو۔ دوستوں پر اعتماد کیجئے، انہیں افسردہ نہ کیجئے۔ ان کے درمیان ہشاش بشاش رہئے۔ دوستی کی بنیاد خلوص، محبت اور رضائے الہی پر ہونی چاہئے نہ کہ ذاتی اغراض پر۔ ایسا رویہ اپنائیے کہ دوست آپ کے پاس بیٹھ کر مسرت زندگی اور کشش محسوس کرے۔

ملائک

اے آدم زاد! اپنے حافظہ کی اسکرین پر پڑے ہوئے پردوں کو چاک کر دے اور اندر جھانک کیا تجھے وہ سہانا زمانہ یاد نہیں آتا جب تو آزاد فضاؤں (جت) میں سانس لیتا تھا۔ بھوک پیاس کی تکلیف تھی نہ دھوپ تجھے ستاتی تھی۔ نہ کوئی ڈر تھانہ پریشانی۔ ملال کیا ہے تو اس سے واقف نہ تھا۔ جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاتا تھا۔ زمانی مکانی فاصلے تیرے پیر کی زنجیر نہ تھے۔ خوشی سے سرشار پنچھی کی طرح لامکانی وسعتوں میں تیری پرواز زبان زدِ ملائکہ تھی۔

آغاز

ایک زمانہ ایسا بھی گزار ہے جب گلشن زندگی پر خزاں کا پہرا تھا۔ ہر طرف سکوت وانجماد تھا۔ وقت، حرکت اور بے چینی ایک دوسرے سے نا آشنا تھے۔ خدا نے چاہا کہ تنہائی ختم ہو اور سکوت حرکت میں تبدیل ہو جائے، مخلوقات کا ظہور ہو تاکہ اس کی قدرت اور ربوبیت کا مظاہرہ ہو اور مخلوق اس کی عظمت، حکمت اور صناعی کو دیکھے اور اس کو پہچانے۔ خدا کا ارادہ صدائے ”کن“ بن کر گونجا، زندگی نے انگرائی لی اور حرکت کا آغاز ہوا۔

تفاسیر

المیہ تو یہ ہے کہ قرآن کے مفہوم کے بارے میں بھی مسلمان متفق نہیں ہیں۔ ایک ایک آیت کی تاویل میں بے شمار اقوال ہیں اور ان اقوال میں سے اکثر ایک دوسرے کے متضاد ہیں جب کہ مفسرین کرام کے پاس کوئی سند ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاسکے کہ ان میں سے کس کا قول حق ہے۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ نکلا کہ اختلافات کا پودا تناور، گھنا اور لمبا درخت بن گیا یا کل جو درخت ایسا تھا جس کے نیچے بمشکل چند افراد قیام کر سکتے تھے آج اس درخت کے نیچے پوری قوم خواب خرگوش میں گم ہے۔

مقدار

ہر تخلیق میں معین مقداریں کام کر رہی ہیں جو ہر نوع کو دوسری نوع سے، ہر فرد کو دوسرے فرد سے ممتاز کر دیتی ہیں۔ مٹی کے ذرات ایک ہی ہیں لیکن ان ذرات کی مقداروں میں رد و بدل سے طرح طرح کی تخلیق وجود میں آرہی ہے۔ مٹی کے یہ ذرات ایک ہی ہیں کہیں سرو سمن، کہیں کوہ و دمن اور کہیں خوش الحان پرند بن جاتے ہیں۔ اور جب بظاہر مٹی کے یہ بے جان ذرات زندگی کو اپناتے ہیں تو رنگ رنگ کائنات میں رنگینی بکھر جاتی ہے۔

نفرت

انبیائے کرام کا مشن یہ رہا ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق کی ذہنی تربیت اس نہج پر کریں کہ ان کے اندر آپس میں بھائی چارہ ہو، ایثار ہو، اخلاص ہو اور وہ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ جس معاشرے میں خلوص اور محبت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ معاشرہ پرسکون رہتا ہے اور جس معاشرے میں بے گانگی اور نفرت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اس معاشرے کے افراد ذہنی خلفشار اور عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا رہتے ہیں اور سسک سسک کر مر جاتے ہیں۔

ناشاد

رنگ و بو کی اس دنیا کی طرح ایک اور دنیا بھی ہے جو مرنے کے بعد ہمارے اوپر روشن ہوتی ہے۔ ہم کتنے بد نصیب ہیں کہ ہم نے اس نادیدہ دنیا کی طرف سفر نہیں کیا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے ارشاد ”مر جاؤ مرنے سے پہلے“ پر عمل کر کے اگر ہم اس دنیا سے روشناسی حاصل کر لیں تو اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ ناشاد و نامراد زندگی کو مسرت و شادمانی میسر آجائے گی۔

KSARS

اسراف

روحانی نقطہ نظر سے جب کوئی بچہ بطن مادر سے زمین کی بساط پر آتا ہے تو اس کے اندر پانچ ہزار سال عمر گزارنے کے لئے روشنیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ جس کو وہ اپنی نادانی جھوٹے وقار اور خود نمائی کے عمل سے اتنا زیادہ خرچ کر دیتا ہے کہ پانچ ہزار سال کی عمر پچاس یا ساٹھ سال کی عمر بن جاتی ہے یعنی پانچ ہزار سال زندہ رہنے والا آدمی عمر کا اسراف بے جا کر کے پچاس یا ساٹھ سال میں اسے ختم کر دیتا ہے اور مر جاتا ہے۔

KSARS

لاش

جسمانی وجود کا انحصار روح پر ہے۔ روح کا انحصار جسمانی وجود پر نہیں اور اس کی مثال یہ ہے کہ روح کے بغیر آدمی کی حیثیت ایک لاش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب تک روح گوشت پوست کے وجود سے تعلق رکھتی ہے گوشت پوست کے وجود میں حرکت موجود رہتی ہے اور جب روح گوشت پوست کے جسم سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتی ہے تو یہ جسمانی وجود نہ سنتا ہے، نہ بولتا ہے اور نہ محسوس کرتا ہے۔

کھنڈرات

جو قوم دولت پرستی میں مبتلا ہو جاتی ہے، ذلیل و خوار ہو جاتی ہے یہ کوئی کہانی نہیں ہے زمین پر اس کی شہادتیں موجود ہیں بڑی بڑی سلطنتوں اور محلات کے مالک ان کے عالی شان محلات آج کھنڈرات کی شکل میں زمین پر جگہ جگہ موجود ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین پر گھوم پھر کر نہیں دیکھتے کہ پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا۔ وہ لوگ قوت اور تہذیب و تمدن میں ان سے برتر تھے۔ لیکن اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکا۔

الہی مشن

کسی عاقل، بالغ اور باشعور آدمی کو اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے ماں باپ کون ہیں تو وہ کتنا ہی ذہین اور قابل کیوں نہ ہو اس کے اوپر احساس محرومی مسلط ہو جاتا ہے۔ احساس محرومی انسانی زندگی میں ایسا بڑا خلا ہے جس سے انسان دماغی مریض بن جاتا ہے۔ ہم اس بات سے تو وقوف رکھتے ہیں کہ ہمارا وجود ہے لیکن اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا کون ہے الہی مشن یہ ہے کہ بندہ جس طرح اپنے ماں باپ سے واقف ہے اس طرح اپنے خالق سے بھی واقف ہو۔

تشخص

ہر شے کا ایک تشخص ہے خواہ ہم اسے غیر مرئی سمجھیں اور کوئی اہمیت نہ دیں۔ جب انسان کسی خواہش کی تکمیل کو اپنا نصیب العین بنالیتا ہے تو درحقیقت وہ اس تشخص کو اپنے اوپر مسلط کر لیتا ہے۔ اگر انسان کا مطلق نظر ذاتی مفاد ہے تو وہ خاکی جسم میں مقید ہو جاتا ہے جہاں تنگی ہے، گھٹن ہے، اندھیرا ہے، وہ اس تشخص کے طول و عرض میں بند رہتا ہے، باہر نہیں نکل سکتا، تیرہ و تاریک قید خانے میں بند قیدی کی طرح اس کا رابطہ وسیع اور وعریض ماوراء رنگین دنیا سے باقی نہیں رہتا۔

عطر بیز

اگر انسان کے اندر خود سکون ہے تو وہ دوسروں کے لئے بھی طمانیت کا ذریعہ ہے۔ اس کا عکس ٹھنڈا اور عطر بیز ہے تو اس کی روحانیت کیفیت حقیقی ہیں اور اگر انسان خود سکون سے دور ہے اس کے اوپر غم کے بادل چھائے رہتے ہیں تو وہ خوف اور ڈر کے خشک اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کے دامن میں کراہ رہا ہے۔ یہ کیفیت شیطانی الہام ہے اور اس کی ساری زندگی دھوکا ہے۔

KSARS

قدرت کے ہاتھ

قدرت اپنے پیغام کو پہچانے کے لئے دیئے سے دیا جلاتی رہتی ہے۔ معرفت کی مشعل ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ آخر یہ قطب، غوث، ولی، ابدال، صوفی، مجذوب اور قلندر سب کیا ہیں۔ یہ قدرت کے وہ ہاتھ ہیں جو روحانی مشعل لے کر چلتے رہتے ہیں اس روشنی سے اپنی ذات کو بھی روشن رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی روشنی کا انعکاس دیتے ہیں۔

استغنا

استغنا ایک ایسی طرز ہے جس میں آدمی فانی اور مادی چیزوں سے ذہن ہٹا کر حقیقی اور لا فانی چیزوں میں تفکر کرتا ہے۔ یہ تفکر جب قدم قدم چل کر کسی بندے کو غیب میں داخل کر دیتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اندر یقین پیدا ہو جاتا ہے جیسے ہی یقین کی کرن دماغ میں پھوٹی ہے غیب کی دنیا آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

برائی

برائی صرف اس کو زیب دیتی ہے جو اپنے اندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اللہ کی صفات کے سمندر کا عرفان رکھتا ہو، جو اللہ کی مخلوق کے کام آئے کسی کو اس کی ذات سے تکلیف نہ ہو۔

KSARS

فارمولا

ہم علم الکتاب حاصل کر کے زمان و مکان یعنی TIME & SPACE کی گرفت کو توڑ سکتے ہیں۔ قرآن کے علوم جاننے والا بندہ وسائل کے بغیر خلا میں پرواز کرنے اور ایک جگہ سے دور دراز دوسری جگہ کسی چیز کو منتقل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام اشیا اس ہی بندہ کے لئے مسخر ہوتی ہیں۔

خدمت خلق

اگر آپ اپنے اللہ اپنے خالق سے متعارف ہو کر اس کی قربت اختیار کر کے کائنات پر اپنی حاکمیت قائم کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کی مخلوق کی خدمت کو اپنا شعار بنالیجئے۔ بلاشبہ اللہ کی مخلوق سے محبت رکھنے والے لوگ اللہ کے دوست ہیں اور دوست پر دوست کی نوازشات و کرامات کی ہمیشہ بارش ہوتی رہتی ہے۔

KSARS

معانی

بڑائی اور بھلائی کا جہاں تک تعلق ہے، کوئی عمل دنیا میں بُرا ہے نہ اچھا ہے۔ دراصل کسی عمل میں معنی پہنانا اچھائی یا برائی ہے۔ معانی پہنانے سے مراد نیت ہے۔ عمل کرنے سے پہلے انسان کی نیت میں جو کچھ ہوتا ہے وہی خیر اور شر ہے۔

KSARS

فلسفہ

تمام نوع انسانی کی تاریخ میں لاکھوں باتیں کرنے والے حکماء فلسفی، ہیئت داں، طبعیاتی ماہرین وغیرہ پیدا ہوئے اور کچھ نہ کچھ کہتے رہے ان میں اختلاف رائے تھا، کیوں؟ اس لئے کہ حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا۔ حقیقت صرف ایک ہو سکتی ہے، ہزاروں لا کھوں نہیں ہو سکتیں۔ اگر یہ لوگ حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں تو اختلاف رائے ہز گز نہیں ہوتا۔

KSARS

انعام یافتہ

قیامت کے روز یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ ہم نے اپنی اولاد کو کس قسم کے کھانے کھلائے اور کیسا لباس پہنایا تھا۔ وہاں پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے اولاد کی تربیت کیسے کی تھی؟ صحیح تربیت کرنے والے والدین سرفراز ہوں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو انعام یافتہ ہیں۔

خودشناسی

پاکیزہ نفس اور روحانیت سے سرشار لوگوں کی محبت بندے کو خودشناسی سے قریب کرتی ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں خدا کے خاطر محبت کرتے ہیں۔ بلاشبہ محبت آخرت کی نجات ہے۔

KSARS

فاضل عقل

فطرت اور جبلت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جبلت میں ہمارا دوسری نوعوں مثلاً بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، کتے، بلی، سانپ، کبوتر، فاختہ وغیرہ کے ساتھ ذہنی اشتراک ہے اور فطرت میں ہم اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ یہ مقام ہمیں ایک ہستی نے جو تمام نوعوں سے ماورا ہے اور تمام افراد کائنات پر فضیلت رکھتی ہے عطا کیا ہے اور یہ عطا ایک فاضل عقل یا تفکر کرنے کی صلاحیت ہے۔

ایک قطرہ

ہماری زندگی محض دنیا کے حصول تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ ہماری عبادتیں بھی دکھاوے اور دنیاوی برکتیں سمیٹنے کے لئے مخصوص ہو گئی ہیں۔ ہم اعمال کے ظاہری پہلو کو تو بہت اہمیت دیتے ہیں مگر باطن میں بہتے ہوئے علم و آگہی کے سمندر میں سے ایک قطرہ آب بھی نہیں پیتے۔

KSARS

من مندر

سب سے بہترین دوست انسان کا اپنا من ہے۔ جس نے من کو سمجھ لیا اور من کے اندر اپنی مورتی کو دیکھ لیا وہ دوست سے واقف ہو گیا یعنی وہ خود اپنا دوست بن گیا۔

KSARS

نیلا پر بت

خلا سے اس پار آسمانوں کی وسعتوں میں جھانک کر دیکھا جائے تو مایوسیوں، ناکامیوں اور ذہنی افلاس کے سوا ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ یوں لگتا ہے کہ زمین کے باسیوں کا اپنی ذات سے فرار اور منفی طرز عمل دیکھ کر نیلے پر بت پر جھلمل کرتے ستاروں کی شمع اُمید کی لومد ہم پڑ گئی ہے۔ وہ انسان اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ذہنی اعتبار سے حیوانات سے برتر زندگی گزار رہا ہے جو سکون ایک بلی اور بکری کو حاصل ہے اس کا عشر عشیر بھی انسان کو میسر نہیں۔

طلسم

یہ ساری کائنات ایک اسٹیج ڈرامہ ہے۔ اس اسٹیج پر کوئی باپ ہے، کوئی ماں ہے، کوئی بچہ ہے، کوئی دوست ہے، کوئی دشمن ہے، کوئی گناہ گار ہے، کوئی پاکباز ہے دراصل اسٹیج پر یہ کام کرنے والوں کرداروں کے مختلف روپ ہیں جب ایک کردار یا سب کردار اسٹیج سے اتر جاتے ہیں تو ایک ہو جاتے ہیں اور ان کے اوپر سے دنیا کی دوئی کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔

KSARS

شیر اور بکری

یہ عجیب سر بستہ راز ہے کہ پوری کائنات کے افراد اطلاعات اور خیالات میں ایک دوسرے سے ہم رشتہ ہیں۔ البتہ اطلاعات میں معنی پہنانا الگ وصف ہے۔ بھوک کی اطلاع شیر بکری دونوں میں موجود ہے لیکن بکری اس طلاع کی تکمیل میں گھاس کھاتی ہے اور شیر بھوک کی اس اطلاع کو پورا کرنے کے لئے گوشت کھاتا ہے۔ بھوک کے معاملے میں دونوں کے اندر قدر مشترک ہے۔ بھوک کی اطلاع کو الگ الگ معنی پہنانا دونوں کا جداگانہ وصف ہے۔

دعوت دین

دین کی دعوت اور روحانی علوم کی اشاعت کے لئے تھوڑا کام کیجئے لیکن مسلسل کیجئے۔ لوگوں کو روحانی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی دعوت دیجئے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی مقام ہے ”بہترین عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔“

صحائف

آسمانی صحائف میں بتایا گیا ہے کہ وسائل پر حکمرانی یہ ہے کہ ارادہ کے ساتھ وسائل حرکت میں آجاتے ہیں۔ ارادہ کیا ہے؟ ارادہ رُوح کی لامتناہی تخلیقی صفات کا مظاہرہ ہے۔

KSARS

دو لکیریں

قرآن کی حقیقی تعلیم اور مسلمانوں کے عمل میں بہت بڑا تضاد واقع ہو چکا ہے۔ قرآن جس راہ کا تعین کرتا ہے اور مسلمان جس راہ پر چل رہا ہے یہ دونوں دوائیسی لکیریں ہیں جو آپس میں نہیں ملتیں۔

KSARS

گردش

جس طرح ستارے اور زمین گردش میں ہیں کائنات کا ایک ذرہ متحرک ہے۔ انسان جس کے لئے یہ ساری کائنات تخلیق کی گئی ہے وہ بھی ہر لمحہ ہر آن جذبات اور احساسات کی دنیا میں رد و بدل ہو رہا ہے۔

KSARS

اللہ کا ذہن

کچھ نہ تھا، اللہ تھا، جب اللہ نے چاہا بشمول کائنات ہمیں تخلیق کر دیا۔ تخلیق کی بنیاد (BASE) اللہ کا چاہنا، اللہ کا ذہن ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمارا اصل وجود اللہ کے ذہن میں ہے۔

KSARS

فیضان

لازوال ہستی اپنی قدرت کا فیضان جاری و ساری رکھنے کے لئے ایسے بندے تخلیق کرتی رہتی ہے جو دنیا کی بے ثباتی کا درس دیتے رہتے ہیں۔ خالق حقیقی سے تعلق قائم کرنا اور آدم زاد کو اس سے متعارف کرانا ان کا مشن ہوتا ہے۔

KSARS

توقعات

کسی سے توقع نہ رکھی جائے۔ اس لئے کہ جو بندہ کسی سے توقع نہیں رکھتا ناامید بھی نہیں ہوتا۔ امیدیں توازن کے ساتھ کم از کم رکھنی چاہئیں اور ایسی ہونی چاہئیں جو آسانی کے ساتھ پوری ہوتی رہیں۔

کھربوں دنیا میں

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر ہر قسم کی غیر مرئی (INVISIBLE) صلاحیتوں کو اپنے ارادے اور اختیار سے متحرک کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی جب اپنے اندر دور کرنے والی بجلی یا نسیم سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بجلی کے بہاؤ کو روک بھی سکتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ ولٹیج کا ذخیرہ بھی کر سکتا ہے اور اس ذخیرے سے ماورائی دنیا میں بغیر کسی وسیلے کے پرواز بھی کر سکتا ہے۔ الیکٹریٹی کے ذخیرے کے بعد اس کے اندر ایسی سکت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ارادے اور اختیار سے آسمان اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے زمین کی کہکشاں میں بے شمار زمینیں آ جاتی ہیں۔ جس طرح وہ اپنی زمین پر آباد اللہ کی مخلوق کو دیکھتا ہے اسی طرح کھربوں دنیاؤں کا بھی مشاہدہ کرتا ہے۔ جس طرح ایک فلم سینکڑوں ہزاروں اسکرین پر دیکھی جاسکتی ہے اسی طرح کائنات کی تمثیل لوح محفوظ سے ڈپلے (DISPLAY) ہو رہی ہے۔ کائنات میں موجود ہر زمین ایک اسکرین ہے۔ لاشعور بیدار ہو جاتا ہے تو یہ ساری کائنات ایک فلم اور کائنات میں کھربوں زمینیں اسکرین نظر آتی ہیں جو کچھ اس زمین پر ہو رہا ہے بالکل اسی طرح کائنات میں موجود دوسری تمام زمینوں پر بھی یہ نظام جاری و ساری ہے۔

طاقت

قدرت کا چلن یہ ہے کہ کوئی غیر معمولی طاقت اسی کو ملتی ہے جو اس کا موزوں استعمال جانتا ہے اور جو لوگ اس قسم کی طاقت حاصل کرنے کے بعد بے جا فخر اور گھمنڈ کے نشے میں غیر اخلاقی اور غیر انسانی حرکات شروع کر دیتے ہیں اُن سے یہ طاقت چھین لی جاتی ہے۔ اس لئے یاد رکھیے کہ سب سے پہلے آپ کے دل میں اپنی شخصی تعمیر اور پھر کائنات کا عزم ہونا چاہئے۔

امتحان

تمام مذاہب کی یہ تعلیم عام ہے کہ دنیا ایک امتحان گا ہے۔ امتحان میں کامیابی فرد اور قوم کے لئے سکون و راحت کا ذریعہ ہے۔ جو فرد یا قوم امتحان میں فیل ہو جاتا ہے۔ نارِ جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔

KSARS